خصوصی ایڈیشن ماہوار مجلہ ”فلاح آدمیت“

ماہ اپریل 2007ء

Regd. CPL No. 80

خطبہ سالانہ اجتماع 2007ء

اِنسان کے نام

محمد صدیق ڈار توحیدی

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

مرکز تعمیر ملّت

وحید کالونی (نزد شہید بس سٹاپ) جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَکُمْ خَلٰئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَکُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَبْلُوَکُمْ فِیْ مَآ اٰتٰکُمْ اِنَّ رَبَّکَ سَرِیْعُ الْعِقَابِ وَ اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ٥

(الانعام ۔165)

"اور وہی تو ہے جس نے تمہیں خلیفے بنایا زمین میں ۔ اور ایک دوسرے پر درجے بلند کئے ۔ تا کہ جو کچھ اس نے تمہیں بخشا ہے اس میں تمہاری آزمائش کرے ۔ بے شک تمہارا رب جلد عذاب دینے والا ہے اور بے شک وہ بخشنے والا مہربان بھی ہے"۔

ترتیب

اَلۡحَمۡدُلِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ۔ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوۡلٰنَا مُحَمَّدٍ سَيِّدِ الۡمُرۡسَلِيۡنَ وَرَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ اَجۡمَعِيۡنَ۔وَالسَّلَامُ عَلَيۡنَا وَعَلٰى عِبَادِاللّٰهِ الصّٰلِحِيۡنَ۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

(1)

صراطِ مُستقیم

اللہ سُبحانہ وتعالیٰ نے انسان کواحسنِ تقویم یعنی بہترین صلاحیتوں کے ساتھ پیدا فرما کر اُس میں اپنی روح کا فیض ڈالا اور اسے علم الاشیاء عطا فرما کر مسجودِ ملائک کا اعزاز بخشا۔ان خصوصی فضائل کے ساتھ ساتھ اس پر ایک بہت بھاری ذمہ داری بھی ڈالی گئی۔ایک امانت جس کو اُٹھانے سے زمین وآسمان اور پہاڑوں نے گریز کیا اِسے انسان کی خطر پسند طبیعت نے قبول کرلیا۔اِس طرح اس نے اپنے آپ کو اعمال کا ذمہ دار اور جزاوسزا کا مستحق ٹھہرا لیا۔اِسی طرح زندگی اس کیلئے آزمائش وابتلا کا دور بن گئی جس میں اِسے مادی لذات اور نفسانی خواہشات کی دلفریبیوں ،متاعِ دُنیا کے دھوکوں اوراپنے سب سے بڑے دُشمن شیطان کے ہتھکنڈوں سے بچنا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بندگی کے صراطِ مستقیم پر چلتے ہوئے اُس کی محبت کو کمال تک پہنچانا اوراس کا قرب و دیدار حاصل کرنا ہے۔یہ بات سمجھنے کی ہے کہ صراطِ مستقیم کسی پگڈنڈی یا لکیر کا نام نہیں بلکہ یہ شاہراہِ حیات ہے جسے **قَصۡدُ السَّبِيۡلِ** کہا گیا ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کی راہ ہے۔یہ بندوں کو اللہ تعالیٰ سے ملانے والی راہ ہے۔اللہ تعالیٰ کے سارے رسولوں نے اِسی راہ پر چلنے کی دعوت دی۔اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ لوگ اسی راہ پر چلے۔قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے:۔

☆ وَكَذٰلِكَ اَوۡحَيۡنَآ اِلَيۡكَ رُوۡحًا مِّنۡ اَمۡرِنَا مَاكُنۡتَ تَدۡرِيۡ

مَاالْكِتٰبُ وَلَاالْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ٥ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَافِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ اَلَا اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ٥

(الشوریٰ:52-53)

''اور اِس طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے امر سے رُوح وحی کی۔آپ نہ جانتے تھے کہ کیا ہے کتاب اور نہ ایمان۔لیکن ہم نے بنایا ہے اس کو نور جس سے ہم راہ سجھا دیتے ہیں جس کو چاہیں اپنے بندوں میں سے۔اور بے شک آپ رہنمائی کرتے ہیں صراطِ مستقیم کی طرف۔جو کہ راہ ہے اللہ کی۔اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔جان لیں کہ اللہ ہی تک پہنچتے ہیں سب کام''۔

عالمِ ارواح میں اللہ تعالیٰ نے اولادِ آدم سے ایک اہم ترین بات کا عہد لیا جس پر ان کی حیاتِ ارضی کی کامیابی کا دارومدار تھا۔وہ عہد تھا کہ کیا مجھے اپنا رب یعنی آقا و مالک تسلیم کرتے ہو۔اِس عہدِ الست سے ہر انسان پابند ہوگیا کہ وہ زندگی میں اللہ تعالیٰ کو اپنا رب تسلیم کرلے اور پورے اخلاص کے ساتھ اس کا بندہ یعنی غلام بن کر اس کے دیئے ہوئے نظامِ حیات کے مطابق اپنی زندگی گذارے تاکہ اسے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوجائے۔اگر انسان اپنے نفس کی خواہشات کی پیروی کرے گا تو یہ شیطان کی بندگی شمار ہوگی اور وہ راہ راست سے ہٹ جائے گا۔مندرجہ ذیل آیت مبارکہ ملاحظہ فرمائیں تو واضح ہوجائے گا کہ یہ بات عہدِ الست کا ہی حصہ ہے۔

☆اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ٥ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ۔

(یٰسین:60-61)

''اے آدم کی اولاد کیا میں نے تم سے عہد نہ لیا تھا کہ شیطان کی بندگی نہ کرنا کہ بے

شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔اور یہ کہ بندگی میری ہی کرنا یہی صراط مستقیم ہے"۔

اِسی حقیقت کوقرآن میں انبیاء علیہم السلام کی زبان سے کئی مقامات پر بیان کیا گیا ہے کہ

اَللّٰهُ رَبِّیْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ o

(آلِ عمران: 51،مریم: 36،زخرف: 64)

یعنی میرا بھی اور تمہارا بھی رب اللہ ہے۔اِسی کی بندگی کرو یہی صراط مستقیم ہے۔اللہ ہی ساری کائنات کا رب ہے۔جس طرح زمین وآسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اللہ کی اطاعت میں لگے ہوئے ہیں انسان کی کامیابی اِسی میں ہے کہ وہ بھی اپنے مالک اور محبوب حقیقی کے سامنے سرنگوں ہو جائے۔اللہ تعالیٰ کے دین کا بنیادی اصول اور دعوت کا مرکزی کلمہ ہمیشہ ایک ہی رہا۔چنانچہ سورت الانبیاء آیت نمبر 25 میں ارشاد ہوا ہے کہ "جو پیغمبر ہم نے آپ سے پہلے بھیجے ان کی طرف یہی وحی بھیجی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں پس میری ہی بندگی کرو"۔چنانچہ ہم سورت الاعراف میں دیکھتے ہیں کہ حضرت نوح (آیت۔59) حضرت ھُود (آیت۔65) حضرت صالح (آیت۔73) حضرت شعیب (آیت۔85) علیہم السلام نے اپنی اپنی قوموں کو ایک ہی کلمہ سے دعوت دی جو یہ تھا:۔

☆**یٰقَوْمِ اعْبُدُوْا اللّٰهَ مَالَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ o**

"اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو۔اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں"۔

لیکن اولادِ آدم کا کیا ہی کہنا ہے۔چونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے صاحبِ ارادہ بنا کر اِنتخاب و اِختیار کی آزادی کی آزمائش میں ڈال دیا تو پھر اعمال میں اختلاف کا واقع ہونا ناگزیر تھا۔ایک گروہ نے تو اللہ کی عطا کی ہوئی آزادی کو مادر پدر آزادی سمجھ لیا اور اللہ سے کئے ہوئے عہدو پیمان کو پس پشت ڈال کر اس دنیا ہی کے ہو کر رہ گئے۔اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنا آپ بھلا دیا۔اس طرح وہ بڑی آسانی سے ابلیس کی سینوں میں وسوسہ ڈالنے والی پوشیدہ سروس اور انسانی صورت میں اس کے خفیہ ایجنٹوں کا شکار ہو گئے۔

انہیں یاد ہی نہ رہا کہ ہمارے اللہ نے تربیت اور آزمائش کی خاطر ہمیں عارضی طور پر اس زمین پر بھیجا ہے اور آخر کار ہمیں اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوکر اپنے اعمال کی جوابدہی کرنی ہے۔ان کو گمراہی کے اندھیروں سے نکالنے کیلئے جب بھی اللہ تعالیٰ کا کوئی پیغمبر آیا تو ان بدبختوں نے اِسے صرف جھٹلایا ہی نہیں بلکہ طرح طرح کی اذیتیں دیکر ستایا بھی اور کئی ایک کو تو جان ہی سے مار ڈالا۔اللہ تعالیٰ نے اظہارِ افسوس کرتے ہوئے فرمایا:۔

☆ يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَايَأْتِيْهِمْ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ٥ (یاسین:31)

''افسوس ہے بندوں پر۔کہ جب بھی کوئی رسول ان کے پاس آیا تو اُنہوں نے اِس کا ٹھٹھا اُڑایا''۔

اگر بداعمالیوں کے سبب انسان کی فطرت مسخ اور دل ٹیڑھا یا زنگ آلود نہ ہوگیا ہو تو عہدِالست کے اثرات کی بناپر اس کے اندر وہ جذبہ زندہ رہتا ہے جو رسولوں کی دی ہوئی اس فطری دعوت پر کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ میں کشش محسوس کرتا اور اسے قبول کر لیتا ہے۔ قرآن کریم کی اس آیت پر ذرا غور فرمایئے:

☆مَالَكُمْ لَاتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ٥ (الحدید۔8)

''تمہیں کیا ہوگیا کہ تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے ہو اور رسول تمہیں تمہارے اپنے رب پر ایمان لانے کی دعوت دے رہا ہے اور اُس نے تم سے عہد بھی لے رکھا ہے اگر تم یقین کرو''۔

لیکن ہر ایک کے نصیب میں یہ سعادت کہاں کہ انبیاء کی دعوت پر ایمان لاکر اللہ سے کئے ہوئے عہد کو پورا کر لیتا اور فلاحِ دارین حاصل کر لیتا۔اللہ تعالیٰ نے میثاق الست کو توڑنے والوں اور اس سے وفا کرنے والوں کے بارے میں جو ارشاد فرمایا ان آیات کا

ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:۔

☆ ''اور ہم نے اُن میں سے اکثروں میں عہد کا نباہ نہیں دیکھا اور اُن میں اکثروں کو بدکار ہی دیکھا''۔ (الاعراف:102)

☆ ''ہاں جو شخص اپنے عہد کو پورا کرے اور تقویٰ اختیار کرے تو اللہ متقین کو دوست رکھتا ہے۔ جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی سی قیمت کے عوض بیچ ڈالتے ہیں اُن کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں۔ان سے اللہ نہ تو کلام کرے گا اور نہ قیامت کے روز ان کی طرف نگاہ کرے گا اور نہ ان کو پاک کریگا۔اور ان کو دکھ دینے والا عذاب ہو گا''۔

(آل عمران:76-77)

☆ '' جو اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور میثاق کو نہیں توڑتے اور جن رشتہ ہائے قرابت کو جوڑے رکھنے کا اللہ نے حکم دیا ہے ان کو جوڑے رکھتے اور اپنے رب سے ڈرتے رہتے اور بُرے حساب سے خوف رکھتے ہیں۔اور جو مال ہم نے انکو دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں۔اور نیکی سے برائی کو دور کرتے ہیں۔یہی لوگ ہیں جن کیلئے عاقبت کا گھر ہے۔یعنی ہمیشہ رہنے کے باغات جن میں وہ داخل ہوں گے۔اور انکے باپ دادا اور بیبیوں اور اولاد میں سے جو نیکوکار ہوں گے وہ بھی بہشت میں جائیں گے۔ اور فرشتے ہر ایک دروازے سے اُن کے پاس آئیں گے اور کہیں گے تم پر رحمت ہو یہ تمہارے صبر کا بدلا ہے اور عاقبت کا گھر بہت خوب ہے۔اور جو لوگ اللہ کے ساتھ کئے گئے عہد واثق کو توڑ ڈالتے اور جن رشتہ ہائے قرابت کے جوڑے رکھنے کا اللہ نے حکم دیا ہے ان کو قطع کر دیتے ہیں اور ملک میں فساد کرتے ہیں ایسوں پر لعنت ہے اور انکے لئے گھر بھی برا ہے''۔ (الرعد:20 تا 25)

قرآن کریم کی ان آیات سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی میں زندگی گذارنے کا نام ہی صراط مستقیم پر چلنا ہے۔اور بندگی کا کمال ہی انسانیت کی معراج ہے۔

سب سے اعلیٰ اور اُونچا مقام "عبدیّت" ہے جس پر ہمارے آقا و سردار، نبی رؤف و رحیم، رحمۃ اللعالمین سید الانبیاء احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ فائز ہیں اور ہم میں سے ہر ایک اس حقیقت کی گواہی دیتا ہے۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ط

اللہ تعالیٰ کی بندگی والا راستہ ہی وہ سیدھا راستہ ہے جو بندے کو خدا تک پہنچاتا ہے اور جس پر چلنے کی دُعا نماز کی ہر رکعت میں کی جاتی ہے کیونکہ اس پر چلنے ہی سے مومن اس زمرہ میں شامل ہوسکتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام و اکرام فرمایا۔ ہم پیچھے بیان کر آئے ہیں کہ صراط مستقیم اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے اس کے علاوہ یہ بھی ارشاد ہوا ہے: **اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ o** (ھُود: 56) "بے شک میرا رب صراط مستقیم پر ہے"۔

اِسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں فرمایا گیا۔

اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ o عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ o (یٰسین: 2-3)

"بے شک آپ پیغمبروں میں سے ہیں اور صراط مستقیم پر ہیں"۔

اور آپ ہی کو **دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ** بنا کر بھیجا گیا کہ بنی نوع انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلائیں اور صراط مستقیم پر چلائیں۔

لیکن اللہ تعالیٰ کی بندگی کے اس سیدھے راستے میں بہت سے خطرات بھی پوشیدہ ہیں۔ کیونکہ اسی راہ پر بنی نوع انسان کے ایک نظر نہ آنے والے ازلی دشمن یعنی شیطان نے جگہ جگہ ناکے لگا رکھے ہیں۔ اس نے اللہ تعالیٰ کے سامنے ہی اپنے عزم اور طریقہ واردات کا اعلان کرتے ہوئے کہا تھا:۔

☆**قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ o ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ وَلَا**

تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ o (اعراف:16-17)

''شیطان نے کہا مجھے تو تُو نے ملعون کیا ہی ہے۔ میں بھی تیرے صراطِ مستقیم پر اُن کو گمراہ کرنے کیلئے بیٹھوں گا۔ پھر ان کے آگے سے اور پیچھے سے اور دائیں اور بائیں سے آ ؤنگا۔ اور تو اُن میں سے اکثر کو شکر گذار نہیں پائے گا''۔

اس امر کی تشریح کرنے کیلئے حضور علیہ السلام نے ایک تنکے سے زمین پر ایک بڑی سی لکیر کھینچی اور فرمایا کہ یہ سیدھی راہ ہے جو اللہ کی طرف جاتی ہے پھر اس کو کاٹتی ہوئی کئی چھوٹی چھوٹی لکیریں لگائیں اور قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی: **وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَائِرٌ** (نحل:9) یعنی ''سیدھا راستہ تو اللہ تک جا پہنچتا ہے اور اس سے بعض ٹیڑھے راستے بھی نکلتے ہیں''۔ اور ان کے ہر موڑ پر انسان کو ورغلانے کیلئے شیطان بیٹھا ہے تا کہ اسے صراطِ مستقیم سے ہٹا کر ٹیڑھے راستوں پر ڈال دے اور گمراہ کر دے۔

شیطان کے ہتھکنڈوں اور اس کے لشکر کے حملوں سے بچاؤ کی کیا صورت ہے اِس کا ذکر آگے چل کر مناسب موقع پر کیا جائے گا۔

(2)

انسان کا مقام

کسی اللہ والے کا یہ قول بہت معروف اور مشہور ہے کہ **مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ** ۔ کہ جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ بائبل کا یہ جملہ بھی سبھی نے سن رکھا ہوگا کہ اپنے آپ کو پہچانو (Know Thyself) کیونکہ اس جاننے پر ہی انسان کے مقصودِ حیات کی حقیقت معلوم ہوگی اور پھر حصول کیلئے صحیح لائحہ عمل اور طریق کار کا تعین کیا جا سکے گا۔

اللہ تعالیٰ کی کتاب کا چونکہ موضوع ہی انسان ہے اِس لئے اس میں اولین ترجیح اس اہم ترین امر ہی کو دی گئی ہے ۔تا کہ انسان کے سامنے ازلی و ابدی حقائق بیان کئے جائیں اور وہ انہیں بنیادی عقائد کی صورت میں تسلیم کر لے ۔اس طرح اللہ تعالیٰ کی پیدا کی گئی کائنات میں اس کی جو حیثیت اور مقام ہے اِس کا اسے شعور حاصل ہو جائے ۔ یہ بنیادی مسئلہ بڑی اہمیت کا حامل ہے ۔ کیونکہ اس کے بعد ہی وہ اپنی جدو جہد کی صحیح سمت متعین کر پائے گا۔اور مادی لذّات کے اندھیروں سے نکل کر اللہ تعالیٰ کی محبت بھری بندگی والی پُرنور شاہراہ پر گامزن ہو کر اپنی تخلیق کے مقصد کو پورا کر سکے گا۔

اِسی لئے قرآن کریم کے شروع ہی میں قصہ آدم کا ذکر آیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ انسان کو خلافتِ اِرضی کا اعزاز دینے کیلئے پیدا کیا گیا۔اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر اپنی روح کا فیض ڈالا اور اسے تمام چیزوں کے اَسماء و خواص خود سکھائے تا کہ حیاتِ ارضی کے دوران وہ مادی قوتوں کو تسخیر کر کے اپنی خدمت میں لگانے کا اہل ہو جائے ۔تسخیر و تعمیر کے اس طویل سفر کے نتیجہ میں نہ صرف زندگی کی بہتر سہولتیں میّسر آئیں گی بلکہ اللہ تعالیٰ کی معرفت میں بھی اضافہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات پیدا فرمایا یہاں تک کہ اس کی صلاحیتوں کے سامنے ملائکہ بھی سربسجود ہو گئے ۔یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی

بندگی کیلئے پیدا فرمایا اور اس عظیم ذمہ داری کو نبھانے کیلئے عالم ارواح میں اس سے ایک عہد بھی لیا گیا جسے عہدِ الست کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک خصوصی امانت بھی اس کے سپرد کی جسکی وجہ سے وہ اپنے اعمال کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا اور حیاتِ ارضی کے دوران اس کی کارکردگی کے مطابق قیامت میں اِسے جزا یا سزا دی جائے گی۔ انسان کو یہ راز بھی بتا دیا گیا ہے کہ زمین و آسمان میں جو کچھ بھی ہے سب تمہارے لئے بنایا گیا ہے لیکن تمہیں اپنی معرفت اور محبت کیلئے بنایا گیا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآنِ کریم میں یہ تمام حقائق اس لئے بیان فرما دیئے تا کہ انسان کو اپنا مقام معلوم ہو جائے اور کائنات کے اندر اُس کو جو مرکزی اہمیت حاصل ہے وہ اس پر واضح ہو جائے اور وہ اپنے فرائض سے عہدہ برآ ہونے کیلئے عزم بالجزم کر لے۔

قرآن کریم اور احادیثِ رسول کریم ﷺ کے ذریعے انسان کو اس حقیت سے بھی آگاہ کر دیا گیا کہ زندگی رحمِ مادر اور لحدِ قبر کے درمیانی وقفے تک ہی محدود نہیں ہے۔ بلکہ انسانی ارواح کو تو صدیوں پہلے پیدا کر دیا گیا تھا اور جس عالم میں وہ رہتی ہیں اس کا نام روحِ بسیط ہے۔ وہاں سے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اپنی اپنی باری پر اس کرہ زمین پر مختصر سا عرصہ گذارنے کے لئے آتی ہیں۔ یہاں سے جانے والی روحیں صدیوں سے عالم برزخ میں جمع ہو رہی ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق قیامت برپا ہو گی تو تمام انسانوں کو مادی جسموں کے ساتھ میدان محشر میں اکٹھا کیا جائے گا۔ حساب کتاب کا یہ اللہ کا دن بھی سینکڑوں برسوں پر محیط ہو گا۔ اس کے بعد لوگوں کے اپنے اپنے اعمال کے مطابق دوزخ یا جنت میں ڈالا جائے گا اور آخرت کی نہ ختم ہونے والی زندگی شروع ہو جائے گی۔ اِس تناظر میں دیکھا جائے تو انسان کے اس طویل سفر میں حیاتِ ارضی کا وقفہ مختصر ترین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ بھی فرمایا ہے کہ ہمارا ایک دن تمہاری گنتی کے مطابق ایک ہزار سال کے برابر ہے۔ اس حساب سے دیکھا جائے تو زمین پر گذاری گئی ستر، اسّی یا

سو سال کی زندگی کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایک مکالمہ کی صورت میں اس گتھی کو سلجھایا ہے۔

☆**قَالَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْأَرْضِ عَدَدَ سِنِينَ o قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَادِّينَ o قَالَ إِنْ لَبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا لَّوْ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ o** (مومنون:112 تا 114)

''اللہ پوچھے گا کہ تم زمین میں کتنے برس رہے۔ وہ کہیں گے کہ ہم ایک روز یا ایک روز سے بھی کم رہے تھے شمار کرنے والوں سے پوچھ لیجئے۔ اللہ فرمائے گا کہ وہاں تم بہت ہی کم رہے کاش تم جانتے ہوتے۔''

جو لوگ اِس زندگی ہی میں زندگی کی حقیقت جان لیتے ہیں وہ مان لیتے ہیں کہ حیاتِ ارضی کا مختصر سا عرصہ اللہ تعالیٰ کی عطا کی گئی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے اور سپرد کی گئی امانت اور ذمہ داری کو نباہنے کے لئے امتحان گاہ ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''یہ زندگی تو ایسے ہی ہے جیسے کوئی مسافر راستے میں کسی درخت کے سایہ میں تھوڑی دیر رُک کر آرام کرلے اور پھر اپنی منزل کی طرف چل پڑے۔'' ایسے لوگ دنیا کے دلفریب مناظر، مادی لذات اور نفس کی خواہشات کے پیچھے نہیں بھاگتے اور نہ ہی مردود شیطان کے دھوکے میں آکر اپنے رب سے کئے ہوئے عہد کو پس پشت ڈالتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے عشق کے بڑاق پر سوار جادۂ شریعت پر گامزن رہتے ہیں۔ وہ جہد مسلسل پر یقین رکھنے والے شاہین ہوتے ہیں جو پرواز میں کوتاہی اور راستے کے آرام کو حرام جانتے ہیں۔ وہ ان لوگوں کی طرح نہیں ہوتے جو اللہ تعالیٰ اور اس سے کئے گئے عہد کو بھول کر اور مادی لذات میں کھو کر صرف دنیا ہی کے ہو کر رہ گئے۔

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اِس میں ہیں آفاق

کسی مومن کیلئے یہ رویہ اِسکی شایانِ شان نہیں ہے کہ لذاتِ کام و دہن میں اس طرح پھنس جائے کہ اسے اللہ اور آخرت یاد ہی نہیں رہے۔ وہ کھانے پینے اور دیگر جبلی خواہشات کی تسکین ہی کو مقصود و مطلوبِ حیات سمجھ بیٹھے اور **اُولٰئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ** (اعراف:179)

کا مصداق بن کر حیوانیت کی سطح سے بھی نیچے گر جائے۔اور نہ ہی اسے یہ زیب دیتا ہے کہ اشرف المخلوقات کی خلعتِ فاخرہ زیبِ تن کئے اور سر پر مسجودِ ملائکہ کا تاج سجائے ہوئے ہو اور پھر عالم نبات و جماد سے اپنے لئے معبود تراشنے میں لگ جائے۔یا پھر اپنے جیسے انسانوں کی شان میں غلو کر کے انہیں نفع و نقصان کا مالک قرار دے لے اور ان کے سامنے سر بسجود ہو جائے۔ تو گویا اس نے اللہ تعالیٰ کے عطا کئے ہوئے اعزازات کی ناقدری کی اور اپنی عزت اپنے ہی ہاتھوں خاک میں ملا دی۔اس کفرانِ نعمت کا ہیبت ناک انجام ملاحظہ ہو:۔

☆ **اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَھُمْ کُفَّارٌ اُولٰئِکَ عَلَیْھِمْ لَعْنَةُ اللّٰہِ وَالْمَلٰئِکَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ o خٰلِدِیْنَ فِیْھَالَا یُخَفَّفُ عَنْھُمُ الْعَذَابُ وَلَا ھُمْ یُنْظَرُوْنَ o** (بقرہ:161-162)

''جو لوگ کافر ہوئے اور کافر ہی مرے ایسوں پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور لوگوں کی سب کی لعنت۔وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ان سے نہ تو عذاب ہی ہلکا کیا جائے گا اور نہ انہیں کچھ مہلت ملے گی''۔

اللہ تعالیٰ کے آخری رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے بعد آپ کے سچے جانشین، انسانوں کو مٹی کا کیڑا بننے کی بجائے طائرِ لاہوتی بننے کی ترغیب دلاتے رہے اور انہیں آگاہ کرتے رہے کہ حیاتِ ارضی کا مختصر عرصہ تو متاعِ غرور ہے اس کے دھوکے میں ہرگز نہ آؤ کیونکہ مومن کی منزل تو چرخِ نیلی فام سے بھی آگے ہے۔اس لئے راستے کی کسی بھی چیز

سے ہرگز دل نہ لگاؤ اور سب سے زیادہ محبت اللہ تعالیٰ اور اسکے بعد رسول مقبول ﷺ سے کرو۔ اور حضور کے اتباع میں اللہ تعالیٰ کے قرب و دیدار کی منزل کی طرف مسلسل پرواز کرتے چلے جاؤ کہ یہی کامیابی کی ضمانت ہے۔ کیونکہ زندگی ذوقِ پرواز ہی کا نام ہے۔ قرآن وسنت کی تعلیم کے عین مطابق بانیِ سلسلہ رحمۃ اللہ نے ارشاد فرمایا! کہ توحیدیہ سلوک کی انتہا اللہ تعالیٰ کی ذات کا دیدار ہے اور سالک کو چاہیے کہ راستے میں کسی جگہ نہ رُکے اور برابر آگے بڑھتا جائے۔ اِسی طرح حکیم الامت علامہ اقبالؒ نے بھی حریمِ ذات ہی کو مردِ مومن کی منزل قرار دیتے ہوئے فرمایا۔

مقام بندۂ مومن کا ہے ورائے سپہر
زمیں سے تابہ ثریا تمام لات و منات
حریمِ ذات ہے اس کا نشیمن ابدی
نہ تیرہ خاکِ لحد ہے نہ جلوہ گاہِ صفات

(ارمغانِ حجاز)

یہ ہے وہ تعلیم جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اس کو بلند مقام سے آگاہ کیا۔ اِس سے انسان میں نہ صرف عزتِ نفس کا قوی جذبہ پیدا ہوا بلکہ دوسری مخلوقات پر اِسے جو شرف حاصل ہے اس کا شعور بھی ملا۔ برتری کے اس احساس کی وجہ سے نہ صرف اس میں عالمِ خاک سے اُوپر اُٹھ کر اللہ تعالیٰ کے قرب و رضا کی منزل کی طرف محوِ پرواز ہونے کا ذوق بیدار ہوا بلکہ اپنے ہم جنسوں سے عزت و اکرام سے پیش آنے اور ان کی خدمت کرنے کے جذبہ کو بھی تقویت ملی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے دین میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور مخلوقِ خدا کی خدمت کے جذبے ساتھ ساتھ ہی پروان چڑھتے ہیں۔ جو انسان جتنا اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتا ہے وہ اِسی قدر انسانوں سے محبت کرتا ہے۔

(3)

اِعتِصام باللّٰہ

1۔محبت کی ترجیحات

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنی عبادت کیلئے پیدا فرمایا جس سے مراد اس کی معرفت اور محبت والی بندگی ہے۔طریقت توحیدیہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ سب سے زیادہ محبت درحقیقت اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے کرنی چاہیے یا اُن کے بعد اپنے شیخ سے۔عالمگیر محبت کے اصول کے تحت مخلوق سے محبت بھی ضروری ہے کیونکہ وہ خدا کی بنائی ہوئی ہے اور اس کی سب سے پیاری نشانی اور انگنت صفات کی مظہر ہے۔چنانچہ مومن کی زندگی میں محبت کی اہمیت کو اُجاگر کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

☆وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ط (بقرہ-165)

''اور بعض لوگ ایسے ہیں جو غیر اللہ کو اللہ کے برابر ٹھہرا کر ان سے اللہ کی سی محبت کرتے ہیں لیکن جو ایمان والے ہیں وہ اللہ سے شدید محبت کرتے ہیں''۔

☆ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ o (توبۃ-24)

''آپ کہہ دیں کہ اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور خاندان کے آدمی اور مال جو کماتے ہو اور تجارت جس کے بند ہونے سے ڈرتے ہو اور مکانات جن کو پسند کرتے ہو، اللہ اور اس کے رسول سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے تمہیں زیادہ عزیز

ہیں تو ٹھہرے رہو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم یعنی عذاب بھیجے ۔ اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا''۔

اِن آیات مبارکہ سے واضح ہو گیا کہ ایمان لانے کا اولین تقاضہ یہ ہے کہ انسان محبت کی ترجیحات کو یکسر بدل دے اور کسی بھی شے کی محبت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں حائل نہ ہو سکے۔ اُمّتِ مُسلمہ تو اللہ سے پیار کرنے والی جماعت کا نام ہے جس کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ یعنی وہ قوم جن سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں ۔جاں نثاروں کے اس گروہ میں شمولیت کے ساتھ ہی آئین محبت کی یہ اہم ترین شِق نافذ کر دی جاتی ہے۔

☆**اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ** ط (توبہ۔111)

''اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے ہیں اور اس کے عوض میں ان کیلئے جنت ہے''۔

اِسی آیت کے آخر میں فرمایا گیا ہے کہ ''جو سودا تم نے اللہ سے کیا ہے اس پر خوش ہو جاؤ کہ یہ تو بہت بڑی کامیابی ہے'' کیونکہ جان اور مال تو اللہ نے خود ہی عطا کئے تھے اور خود ہی اچھی قیمت دے کر خرید لئے ۔اور مزید کرم یہ فرمایا کہ دونوں کو مومن کے قبضے ہی میں رہنے دیا۔لیکن یہ سودا طے ہو جانے کے بعد مومن کے پاس اپنا کچھ نہ رہا۔نہ جان اپنی نہ مال اپنا۔اب یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی ملکیت اور اس کی امانت ٹھہرے۔مومن کو اپنی خواہشات پر عمل کی آزادی رہی نہ اپنے مال پر تصرف کا حق باقی رہا۔علامہ اقبالؒ نے اِسی لئے مسلمان ہو جانے کو شہادت گاہِ اُلفت میں قدم رکھنا قرار دیا ہے ۔اب مومن اللہ کا اور اللہ اس کا ہو گیا۔مومن نے جان و مال بیچ دیا تو اب ہوسِ جاہ و اقتدار اور درہم و دینار کا بندہ نہ رہا۔نفس

بک گیا تو اب **اَمّارہ** نہ رہا بلکہ **مُطمئِنّہ** ہوکر اسکی رضا پر راضی ہوگیا۔اب وہ اللہ کا بندہ بن گیا اوراللہ کے بندوں میں شامل ہوگیا کہ یہی طریق جنت ہے بلکہ عین جنت ہے۔یہی فرمان اِلٰہی ہے:

☆**یٰاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُo ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃًo فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْoوَادْخُلِیْ جَنَّتِیْo**

(فجر۔27 تا 30)

''اے اطمینان پانے والے نفس۔اپنے رب کی طرف لوٹ چل،تو اُس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔تو میرے بندوں میں داخل ہوجا۔اورمیری جنت میں داخل ہوجا''۔

2۔خواہشات کی پیروی

اللہ تعالٰی کے احکام کونظر انداز کر کے نفس کی خواہشات کے پیچھے دوڑنے کے چلن نے ہی نہ صرف انسانوں کی دنیا کوجہنم بنا رکھا ہے بلکہ آخرت میں دوزخ میں لے جانے کا سبب بھی بنے گا۔حضور نبی کریمﷺ کا فرمان ہے کہ دوزخ خواہشات میں اور جنت مشکلات میں گھری ہوئی ہے۔جوخواہشات کے پیچھے چلے گا وہ سیدھا دوزخ میں جا گرے گا۔آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اپنی خواہشات کے ساتھ اِسی طرح جہاد کرو جس طرح اپنے دشمنوں کے ساتھ جہاد کرتے ہو۔خواہشات کی پیروی کرنے والوں کے بارے میں قرآن کریم میں ارشاد ہوا:

☆**وَلَا تَتَّبِعِ الْھَوٰی فَیُضِلَّکَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اِنَّ الَّذِیْنَ یَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ لَھُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ بِمَا نَسُوْا یَوْمَ الْحِسَابِ**o(ص۔26)

''اورخواہش کی پیروی نہ کرنا وہ تمہیں اللہ کے راستے سے بھٹکا دے گی۔جولوگ اللہ کے راستے سے بھٹک جاتے ہیں ان کیلئے سخت عذاب ہے کہ اُنہوں نے حساب کے دن کو

بھلا دیا''۔

☆فَاِنْ لَّمْ یَسْتَجِیْبُوْالَکَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا یَتَّبِعُوْنَ اَھْوَاءَ ھُمْ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ ھَوٰہُ بِغَیْرِ ھُدًی مِّنَ اللّٰہِ ط اِنَّ اللّٰہَ لَایَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَo (قصص۔50)

''اگر تمہاری بات قبول نہ کریں تو جان لو کہ یہ صرف اپنی خواہشوں کی پیروی کرتے ہیں۔اوراس سے زیادہ کون گمراہ ہو گا جو اللہ کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی خواہش کے پیچھے چلے۔بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا''۔

اِس آیت مبارکہ سے یہ حقیقت کھلی کہ جو لوگ اِتباع ہوا کا شکار ہو گئے وہ اتباعِ مصطفیٰ ﷺ سے محروم کر دئے گئے۔اِس لئے اہلِ ایمان پر لازم ہے کہ وہ اپنی خواہشات کا غلام بننے کی بجائے محاسب بنیں۔جو بھی خواہش سر اٹھائے اسے پہلے شریعت کی کسوٹی پر پرکھیں۔اگر اس کے جواز کی سند مل جائے تو قرآن وسنت کی مقرر کردہ حدود اور طریقے کے مطابق اس پر عمل کریں اور اگر اس سے منع کیا گیا ہے تو پوری قوت ایمانی سے اس کو توڑ دیں۔اس طرزِ عمل ہی سے روحانی قوت اور بلندیِ درجات نصیب ہوتی ہے۔مومن کو چاہیے کہ ہر نعمت کے حصول کیلئے اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرے۔اِس کے سوا نہ تو کسی سے ڈرے نہ کوئی توقع رکھے۔اللہ کی رزق کی تقسیم پر راضی رہے اور اپنی مرضی کو اُس کی مرضی کے تابع کر دے اور ہمیشہ خوش رہے۔اپنے دل کو مال ومتاع اور جاہ ومنصب کی ہوس سے خالی رکھے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے بھرپور سادہ زندگی گذارنے ہی میں آسودگی اور اطمینان قلب کا سامان ہے۔لیکن من کی یہ دولت تبھی مل سکتی ہے جب بندہ اللہ تعالیٰ کو اپنے دل میں بسا لے۔اِس کے ہر سانس پر اپنے محبوب کا نام رواں ہو اور اس کی عطا کی ہوئی نعمتوں کے شکر کیلئے اِس کا رُواں رُواں نغمہ خواں ہو۔اور کبھی بھی اپنی زبان پر حرفِ شکایت نہ لائے۔یہاں مجھے حضور نبی کریم ﷺ کے یارِ غار اور سلسلہ توحیدیہ نقشبندیہ کے سالار

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک ایمان افروز واقعہ یاد آ گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں بارگاہِ رسالت میں حاضر تھا۔ حضرت ابوبکرؓ بھی وہاں بیٹھے تھے۔ آپ نے عبا پہنی ہوئی تھی اور اس کو آگے باندھا ہوا تھا۔ جبریل امین آئے اور عرض کیا اے اللہ کے نبیؐ یہ کیا بات ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ ابوبکرؓ نے ایسی عبا پہنی ہوئی ہے جسے سامنے سے کانٹوں سے بخیہ کیا ہوا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اس نے سارا مال مجھ پر خرچ کر دیا ہے۔ جبریل نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپؐ اللہ تعالیٰ کا سلام ابوبکر کو پہنچائیں اور ان سے پوچھیں کہ یہ اس فقر و تنگ دستی پر خوش ہیں یا ناراض۔ رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر صدیقؓ کو سلام پہنچایا اور یہ سوال پوچھا۔ اس پیکرِ تسلیم و رضا نے کتنا پیارا جواب دیا۔ عرض کیا: ''میں اپنے رب پر کیسے ناراض ہو سکتا ہوں۔ میں اپنے رب سے راضی ہوں، میں اپنے رب سے راضی ہوں، میں اپنے رب سے راضی ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میں تجھ پر راضی ہوں جس طرح تُو مجھ سے راضی ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ رو پڑے۔ حضرت جبریل نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ! اس خدا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے تمام حاملینِ عرش اسی قسم کی عبائیں پہنے ہوئے ہیں اور اسی طرح کانٹوں سے خلال کیے ہوئے ہیں جس طرح آپ کے اس یار نے کیا ہے۔

(بحوالہ تفسیر ضیاء القرآن جلد پنجم)

ایسے ہوتے ہیں انداز مقربین کے جو عشق میں کھو جاتے ہیں اور یہ ہے اللہ رحیم وودود کی رحمت کی ایک جھلک جس سے وہ اپنے پیاروں کو نوازتے ہیں۔ مولانا رومیؒ نے غالباً اسی واقعہ سے متاثر ہو کر فرمایا:

معدہ راہگذار سُوئے دل خرام
تا کہ بے پردہ زحق آید سلام

''یعنی معدے کی غلامی اور روٹی کی فکر سے آزاد ہو کر دل کی دنیا کی طرف سفر کر۔

اس طرح اللہ تعالیٰ سے تمہارے لئے محبت اور رحمت بھرے واضح سلام آنے لگیں گے''

3۔تعلّق باللہ

اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کے طلبگاروں کو بلند درجات تک رسائی حاصل کرنے کے لئے ''اعتصام باللہ'' کی تاکید فرمائی ہے جس کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کو مضبوطی سے پکڑنا۔کیونکہ بندہ مومن کی کامرانی اللہ تعالیٰ سے شدید محبت کرنے ،اسے رگِ جاں سے بھی قریب جاننے،اسے اپنے رُوبرُو دیکھنے کو کمال بزرگی جاننے ،تمام امیدیں اسی کی ذات سے وابستہ کرنے اوراس کے دامن کو پختگی کے ساتھ تھامے رکھنے ہی میں ہے اوراسی کا نام وعنوان اِعتصام باللہ ہے ۔اس لئے اس عقیدہ پر یقین کامل رکھیں کہ نفع ونقصان پہنچانے کی طاقت صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے ۔وہ جسے چاہے بنائے بگاڑے ،عزت بخشے، ذلت دے، صحت، بیماری،امیری غریبی سب اسی کے قبضہ قدرت میں ہے ۔اس حقیقت کو اپنے دل میں بٹھالیں کہ تم خواہ کہیں بھی ہو اللہ ہر وقت تمہارے ساتھ اور تمہارے اعمال دیکھ رہا ہوتا ہے ۔وہ تمام کائنات کا رب ہے اوراسے کسی مشیر،وزیر یا شریک کی حاجت نہیں ۔وہ ہر چیز پر قادر ہے اوروہ جو چاہے کرتا ہے ۔اگر آپ کی طلب پرخلوص اور لگن سچی ہے اور آپ اس کے مقربین میں شامل ہونے کی آرزو رکھتے ہیں تو اللہ کو ایسا مانو جیسا اس کو ماننے کا حق ہے ۔شرک کے شائبہ اور سایہ سے بھی دور رہو اور اعتصام باللہ کے بارے میں قرآن کریم میں فرمائے گئے مندرجہ ذیل احکام کو حرزِ جان بنا کر اللہ تعالیٰ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نقوش پا پر برابر آگے بڑھتے چلے جاؤ کہ یہی کامیابی کا راستہ ہے ۔بقول حکیم الامت:

مقامِ خویش گر خواہی دریں دَیر
بحق دِل بند و راہِ مصطفیؐ رَو

''اس دنیا کے صنم کدہ میں اگر تُو اپنا مقصود حاصل کرنا چاہتا ہے تو اپنے دل کو اللہ کی محبت کے لئے مخصوص کرلے ۔اور رسول اللہ کے طریقہ اوران کی سُنت کو اپنا لے''

اب چند قرآنی آیات اوران کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

☆وَ مَنْ یَّعْتَصِمْ بِاللّٰہِ فَقَدْ ھُدِیَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۝
(آل عمران۔101)

''اور جس نے اللہ کو مضبوط پکڑلیا وہ صراط مستقیم پر لگ گیا''۔

☆اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰہِ وَاَخْلَصُوْا دِیْنَھُمْ لِلّٰہِ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَسَوْفَ یُؤْتِ اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًا۝ (نساء۔146)

''منافقین جنہوں نے توبہ کرلی اور اپنی حالت درست کرلی اور اللہ کو مضبوط پکڑا اور اپنے دین کو اللہ کیلئے خالص کرلیا تو ایسے لوگ مومنوں کے زُمرے میں ہوں گے اور اللہ عنقریب مومنوں کو اجر عظیم عطا فرمائے گا''۔

☆فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ بِاللّٰہِ وَاعْتَصَمُوْا بِہٖ فَسَیُدْ خِلُھُمْ فِیْ رَحْمَۃٍ مِّنْہُ وَفَضْلٍ وَّیَھْدِیْھِمْ اِلَیْہِ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا۝ (نساء۔175)

''جولوگ اللہ پر ایمان لائے اور اس کو مضبوط پکڑے رہے ان کو وہ اپنی رحمت اور فضل میں داخل کرے گا اور اپنی طرف پہنچنے والے سیدھے راستے پر چلائے گا''۔

اگلی آیت میں ملّت ابراہیم پر عمل کرتے ہوئے اللہ تعالٰی کی محبت کی راہ میں اسطرح جہاد کرنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ جہاد کا حق ہے اور آخر میں اس جدوجہد کا منشور اس طرح بیان فرمایا ہے:

☆فَاَقِیْمُوْ الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰہِ ھُوَ مَوْلٰکُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلٰی وَ نِعْمَ النَّصِیْرُ۝ (حج۔78)

''اور نماز ادا کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کو مضبوطی سے پکڑے رہو۔وہی تمہارا دوست ہے، اور وہ خوب دوست اور خوب مددگار ہے''۔

(4)

شیطان کے حربے

1۔شیطان کا کردار

اللہ تعالیٰ نے انسان کو خلافتِ ارضی عطا کی تو اِسے مطلوبہ صلاحیتوں سے نوازنے کے ساتھ ساتھ نفس بھی عطا فرمایا۔یہ بھی ایک اہم صلاحیت ہے جس سے خواہشات جنم لیتی ہیں۔نفس کی وجہ سے ہی عالمِ امر سے آئی ہوئی روح کو مادی دنیا سے دلچسپی پیدا ہوئی اور اس کی تسخیر و تعمیر کے سفر کا آغاز ہوا۔لیکن انسان کی اصل منزل چونکہ حریم کبریاء ہے اسلئے اگر وہ نفس کے دھوکے میں آکر دنیا کی رنگینیوں میں پھنس گیا اور اللہ اور آخرت کو فراموش کر بیٹھا تو اِسی کا نام کفر اور انجام نارِ جہنم ہے۔شیطان کا باطنی تعلق نفسِ انسانی کے ساتھ ہوتا ہے اور وہ اسی کے ذریعے انسان کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے اور اپنے حیلوں حربوں سے اللہ کی بندگی کے راستے سے ہٹنے کی ترغیب دیتا ہے۔اس نے روزِ اول ہی یہ اعلان کر دیا تھا کہ ”میں زمین میں لوگوں کیلئے گناہوں کو آراستہ کر کے دکھاؤنگا اور تیرے مخلص بندوں کے سوا سب کو بہکاؤں گا“۔(حجر۔39 تا 40)

اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے چونکہ اس کی محبت اور بندگی میں کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے اور آخرت کی زندگی پر پختہ یقین رکھتے ہیں اِس لئے وہ خواہشات کے پیچھے دوڑنے کی بجائے اپنے نفس کو لگام دے کر رکھتے اور اپنے پروردگار کی رضا پر راضی رہتے ہوئے صراط مستقیم پر چلتے رہتے ہیں۔یہ بات ہمیں اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ اس کارزارِ حیات میں اِبلیس کا ایک خاص کردار ہے اور اللہ تعالیٰ نے اِسے اِنسانوں کے خلوص اور ایمان کی پختگی کے امتحان کیلئے کھڑا کیا ہے۔قرآنِ کریم میں فرمایا گیا ہے کہ ”شیطان کو ان پر کچھ زور نہ تھا

مگر مقصود یہ تھا کہ ہم تمیز کرلیں ان لوگوں کو جو آخرت پر ایمان رکھتے ہیں ان لوگوں سے جو اس میں شک رکھتے ہیں"۔(سباء۔21) اللہ تعالٰی کے قدرت کے کارخانے میں تو کوئی بھی چیز عبث اور بیکار نہیں بنائی گئی تو پھر انسان کو چیلنج کرنے والی قوت کی تخلیق بھلا کیسے بے مقصد ہوسکتی ہے۔حکیم الامتؒ نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ شیطان کی عدم موجودگی میں زندگی بےمزہ ہوکر رہ جاتی۔

مزی اندر جہانے کور ذوقے

کہ یزداں دارد و ابلیسے نہ دارد

اللہ تعالٰی نے حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ کو پوری انسانیت کیلئے رسول بنا کر بھیجا تو اپنے آخری آئین قرآن کریم میں تمام انسانوں کو خطاب فرماتے ہوئے دنیا کی عارضی زندگی اور شیطان کے حربوں کے متعلق پوری طرح آگاہ فرما دیا۔اب یہ انسان پر منحصر ہے کہ وہ کونسا راستہ اختیار کرتا ہے۔

☆**یٰاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا یَوْمًا لَّا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَیْئًا اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَلَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ۝**

(لقمان۔33)

"اے لوگو اپنے رب سے خوف کھاؤ اور ڈرو اس دن سے کہ نہ تو باپ بیٹے کے کچھ کام آئے اور نہ بیٹا اپنے باپ کے کچھ کام آسکے۔بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔پس دُنیا کی زندگی تم کو دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ فریب دینے والا شیطان تمہیں اللہ کے بارے میں کسی طرح کا فریب دے"۔

اللہ تعالیٰ نے مال اور اولاد کو دنیا کی زندگی کیلئے زینت قرار دیا ہے اور انسان کے دل میں ان کیلئے خود ہی کشش بھی پیدا کی ہے لیکن دُنیا کی عارضی متاع اور آخرت کی ہمیشہ رہنے والی زندگی کی حیثیت اور ترجیح بھی واضح فرما دی۔

''لوگوں کیلئے عورتوں، بیٹوں اور سونے چاندی کے بڑے بڑے ڈھیروں اور نشان لگے گھوڑوں اور مویشیوں اور کھیتی باڑی کی خواہشات بڑی مرغوب بنا دی گئی ہیں۔ مگر یہ سب تو دنیا کے سامان ہیں اور اللہ کے پاس بہت اچھا ٹھکانا ہے۔ آپ ان سے کہہ دیں کہ ہم تم کو ایسی چیز بتائیں جو ان چیزوں سے کہیں اچھی ہو۔ وہ ان لوگوں کیلئے ہے جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا۔ ان کیلئے اللہ کے ہاں باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور پاکیزہ عورتیں ہیں اور سب سے بڑھ کر اللہ کی خوشنودی ہے اور اللہ اپنے بندوں کو دیکھ رہا ہے''۔ (آل عمران۔ 14 تا 15)

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے ذریعے بنی نوع آدم کو احترامِ آدمیّت، وحدتِ انسانیت اور باہمی خدمت کا راستہ دکھایا۔ ایک حدیثِ قدسی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو اپنا کنبہ قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اور آپ نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ ملّتِ ابراہیم کا اتباع کروں۔ اہلِ ایمان کو تمام گذشتہ انبیاء اور ان کی کتابوں پر ایمان لانے اور اس کا برملا اعلان کرنے کا حکم دیا گیا تاکہ دوسری اُمتوں کے افراد اس دعوت میں غیریت اور اجنبیت محسوس نہ کریں۔ ارشاد ہوا ہے۔

''اے اہلِ ایمان! آپ کہہ دیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو کتاب ہم پر اُتری اور جو کچھ ابراہیم، اسحٰق، یعقوب اور انکی اولاد پر نازل ہوا اور جو کچھ موسیٰ اور عیسیٰ کو عطا ہوا اور جو

دوسرے انبیاء کو انکے رب کی طرف سے ملا ان سب پر ایمان لائے اور ہم ان میں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے۔ اور ہم اللہ کے آگے سرِ تسلیم خم کرتے ہیں"۔ (یہ آیت مبارکہ دو مرتبہ آئی۔ بقرہ 136 اور آل عمران 84)

اہل کتاب کے بارے میں اللہ نے یہ ہدایت بھی فرمائی کہ "ان کے ساتھ جھگڑا (بحث) ہرگز نہ کرو مگر ایسے طریق سے کہ نہایت اچھا ہو اور کہو کہ جو کتاب ہم پر اُتری اور جو تم پر اتریں ہم سب پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہمارا اور تمہارا معبود ایک ہی ہے اور ہم اِسی کے فرماں بردار ہیں"۔

(عنکبوت۔46)

یہ ہے دین اسلام اور اور اسے قبول کرنے کیلئے دعوت عام۔ جو کوئی اس ہدایت اور نور کو قبول کرے گا وہ کامیاب و کامران ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اللہ تعالیٰ سے جوڑنے اور صراط مستقیم پر چلنے کی دعوت دینے کے مقدس کام کو انسانیت کا مشترکہ مشن قرار دیا ہے۔ ایک حدیث شریف کا مفہوم کچھ اس طرح ہے کہ حضور رحمۃ اللعالمینؐ نے فرمایا کہ میرے آنے کے بعد بھی اگر انسان دوزخ میں جائیں تو یہ افسوس کی بات ہوگی۔ دعوت الی اللہ کے اس کام کی اتنی عظمت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہارے توسُّل سے ایک انسان کی بھی اصلاح ہو جائے تو وہ دُنیا و مافیہا کی دولت سے بھی بہتر ہے۔ اس لئے اہل ایمان کو "اُمّتِ وُسطیٰ" کا منصب عطا کر کے اِسے ہمیشہ کے لئے دعوتِ دین کا فریضہ سونپ دیا۔ اللہ تعالیٰ کی منشا یہ ہے کہ انسان بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کریں۔ باہمی جنگ و جدل اور دشمنی کی روش ترک کر دیں اور انسانیت کے حقیقی دشمن شیطان کو پہچان لیں اور اس کو ناکام بنانے کیلئے مشترکہ محاذ قائم کریں۔ چنانچہ پوری انسانیت کو آگاہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ o اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَه لِيَكُوْنُوا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ o اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَبِيْرٌ o (فاطر۔5تا7)

''اے لوگو! اللہ کا وعدہ سچا ہے۔تو تم کو دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈال دے اور نہ شیطان فریب دینے والا تمہیں فریب دے۔ بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے تم بھی اُسے دشمن ہی سمجھو۔وہ اپنے گروہ کو بلاتا ہے تا کہ وہ دوزخ والوں میں ہو جائیں۔جنہوں نے کفر کیا ان کے لئے سخت عذاب ہے اور جو ایمان لائے اور عمل نیک کرتے رہے ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے تو قرآن کریم میں اہل کتاب کو یہ دعوت بھی دی ہے کہ اہل ایمان کے ساتھ توحید کے عقیدہ کی بنیاد پر اشتراک عمل کرلیں کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں اور کسی کو اسکا شریک نہ ٹھہرائیں۔تا کہ رنگ، نسل، زبان اور ملک کی بنیادوں پر قائم کی گئیں نفرت کی دیواریں منہدم ہو جائیں اور جمعیت آدم اور فلاح انسانیت کی سیاست کو فروغ ملے۔تا کہ بنی نوع انسان اس مقصد کو پالے جسکے لئے اسے پیدا کیا گیا لیکن شیطان نے گمراہ کرکے منزل اس کی آنکھوں سے اوجھل کر دی ہے۔

جس کام کے لئے تجھے پیدا کیا گیا
خانہ خراب تجھ سے وہی کام رہ گیا

2۔ شیطان کے حربے

آیئے اب قرآنی آیات کی روشنی میں اس بات پر غور کریں کہ انسانیت کا دشمن انسانوں کو نا کام بنانے کیلئے کیسی کیسی چالیں چل رہا ہے۔ یہ بھی دیکھئے کہ اللہ تعالی نے صرف اہل ایمان کو نہیں بلکہ پوری نسل انسانی کو حکم دیا ہے کہ وہ شیطان کے قدموں پر ہرگز نہ چلیں:۔

''اے لوگو! جو چیزیں زمین میں حلال وطیب ہیں وہ کھاؤ اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو۔وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔وہ تم کو برائی اور بے حیائی کے کام کرنے کو کہتا ہے۔اور یہ بھی کہ اللہ کی نسبت ایسی باتیں کہو جن کا تمہیں کچھ بھی علم نہیں ہے۔''(بقرہ۔168 تا 169)

''فضول خرچی سے مال اڑانے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔''(بنی اسرائیل۔27)''وہ اولاد آدم کو بھی شکر گذاری سے ہٹانے کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔''(اعراف۔16 تا 17)

''اے ایمان والو شراب اور جوا اور صنم سازی اور پاسے یہ سب شیطانی عمل کا پیدا کردہ گند ہے۔سو اس سے بچ جاؤ تا کہ تم فلاح پا سکو۔شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے سبب تمہارے درمیان دشمنی اور رنجش ڈلوا دے۔اور تمہیں اللہ کے ذکر اور نماز سے روک دے۔تو تم کو چاہئے کہ ان کاموں سے باز رہو۔اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور ڈرتے رہو۔اگر تم منہ پھیرو گے تو جان رکھو کہ ہمارے رسول کے ذمے تو صرف پیغام کا کھول کر پہنچا دینا ہے۔''(مائدہ۔90 تا 92)

''شیطان کا کہنا نہ ماننا وہ تمہیں تنگ دستی کا خوف دلاتا ہے اور بے حیائی کا کام کرنے کو کہتا ہے۔اور اللہ تم سے اپنی بخشش اور رحمت کا وعدہ کرتا ہے اور اللہ بڑی کشائش والا اور

سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (بقرہ۔268)

''شیطان نے ان کو قابو میں کرلیا ہے اور اللہ کا ذکر ان کو بھلا دیا ہے یہی حزبُ الشیطان ہے اور سُن رکھو کہ شیطان کا لشکر ہی خسارہ اٹھانے والا ہے''۔(مجادلۃ۔19)

o ''بے شک شیاطین اپنے دوستوں کے دلوں میں یہ بات ڈالتے ہیں کہ تم سے جھگڑا کریں۔اور اگر تم لوگ ان کے کہنے پر چلے تو بے شک تم بھی مشرک ہوئے''۔

(انعام۔121)

اس ضمن میں ایک اور بات آپ بھائیوں کے گوش گذار کرنی ہے۔قرآن کریم میں مختلف مقامات پر کچھ لوگوں کے بارے میں یہ ارشاد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا نافرمانوں، ناشکر گذاروں، گنہگاروں، دغابازوں، تکبر کرنے والوں، فساد کرنے والوں، فضول خرچی کرنے والوں، بخل کرنے والوں، سرکشی کرنے والوں اور بُری باتوں کے پھیلانے والوں کو، یہ سارے گروہ وہ ہیں جو شیطان کے نقش قدم پر چلنے والے تھے کیونکہ یہ قرآن مجید ہی سے ثابت ہے کہ یہ سب عیب ابلیس لعین کے کردار کا جزو ہیں۔آپ دیکھیں کہ اس وقت دُنیا میں نیکی، پارسائی اور اخلاق حسنہ کو وجہِ فضیلت قرار دینے کی بجائے رنگ و نسل کو وجہِ افتخار بنانے کی وجہ سے کس طرح عدل وانصاف کا خون کیا جا رہا ہے۔اس نظریہ کا موجد ابلیس ہی ہے جس نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کہ وجہ یہ بتائی کہ اِسے تو نے مٹی سے پیدا کیا جو گھٹیا ہے اور مجھے آگ سے اِس لئے میں افضل ہوں۔

o آدم علیہ السلام کو جنت سے نکلوانے کیلئے اُسی نے بہکایا۔اور اللہ کی عائد کی ہوئی پابندی کو توڑنے کی راہ دکھا کر تقوٰی کی دیوار میں پہلی نقب لگائی۔اب بھی محرمات کو حلال اور جائز بنا دینے کیلئے دن رات کوشاں ہے۔دُنیا میں انسان کا جو پہلا قتل ہوا اس کے پس

پر وہ ابلیس ہی تھا جسنے قابیل کے نفس کو تحریک دی۔''**فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ أَخِيهِ** ۔پھراس کے نفس نے اُس کو اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کرلیا''۔لیکن اس کے مقابلے میں اللہ تعالی کے مقبول بندے حضرت ہابیل نے یہ کہا کہ اگر تو مجھے قتل کرنے کیلئے ہاتھ چلائے گا تب بھی میں تجھے مارنے کیلئے ہاتھ نہیں ہلاؤں گا کہ میں تو اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔(مائدۃ۔29 تا 30)

بنی اسرائیل میں گؤ سالہ پرستی کیلئے بچھڑا بنانے والے سامری کو بھی شیطان ہی نے یہ راستہ دکھایا۔جب موسیٰ علیہ السلام نے اس سے پوچھا کہ تو نے یہ حرکت کیوں کی تو اس نے جواب دیا:''**كَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ** ۔میرے نفس نے مجھے اسی طرح کرنے کو اُکسایا''۔(طہٰ۔96)اس سے پہلے برگزیدہ بندوں کی محبت کی آڑ میں اُن کے بت بنانے اوران پر نذرونیاز چڑھانے کا فن بھی عقیدتمندوں کو اسی نے سکھایا اور صریح شرک کو تقدس کا لبادہ پہنادیا۔

اہل نظر جانتے ہیں کہ ہر تخریبی کام میں خفیہ ہاتھ ابلیس ہی کا ہوتا ہے۔یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے جو کچھ ان کے ساتھ کیا اس کی تفصیل قرآن کریم میں محفوظ ہے۔لیکن جب ان کے جھوٹ اور کرتوت ظاہر ہو گئے تو ان کی دشمنی اور غلط روش کو بھی حضرت یوسف علیہ السلام نے ابلیس کی کارستانی قرار دیتے ہوئے فرمایا''اس کے بعد کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں فساد ڈال دیا تھا آپ کو گاؤں سے یہاں لے آیا''۔

(یوسف:100)

o گذشتہ اُمتیں اپنے انبیاء کی تعلیم گم کر بیٹھیں تو انکے عقیدوں میں بگاڑ اور عمل میں فساد پیدا ہو گیا۔ان کی اکثریت اللہ تعالی کی محبت اور اسکی مخلوق کی خدمت والے دین کو

بھول چکے ہیں۔ان کے دلوں میں بغض اور عداوت نے ڈیرے ڈال رکھے ہیں۔شیطان کی چالوں نے انہیں مادی دولت کی محبت میں اس قدر دیوانہ بنا رکھا ہے کہ وہ مفادات کی خاطر زمین پر فساد برپا کرتے اور قوموں کو لڑانے کیلئے جنگ کے شعلے بھڑکاتے رہتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ جنگ کے شعلوں کو بجھاتا اور انسانوں کو عدل و انصاف، محبت و مودّت اور دولت کی منصفانہ تقسیم کا حکم دیتا ہے۔

☆**كُلَّمَا اَوْقَدُوْانَارًا لِلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ وَيَسْعَوْنَ فِىْ الْاَرْضِ فَسَادًا وَاللّٰهُ لَايُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ** o (مائدۃ۔64)

''وہ جب لڑائی کیلئے آگ جلاتے ہیں تو اللہ اس کو بجھا دیتا ہے۔وہ زمین میں فساد برپا کرنے کیلئے دوڑے پھرتے ہیں اور اللہ فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا''۔

اب آپ غور فرمائیں۔ذرا اپنے اندر بھی جھانکیں اور باہر کی دنیا میں بھی دیکھیں کہ ابلیس کی ان چالوں نے کس طرح پوری انسانیت کو اپنی گرفت میں لے رکھا ہے۔اس نے لہو لعب کیلئے ایسے ایسے سامان اور کھیل تماشوں کیلئے ایسی دلچسپ مشینیں ایجاد کرائی ہیں کہ انسان کی نگاہیں ان کی جھوٹی چکا چوند سے چندھیا گئی ہیں اور وہ ان عارضی لذتوں اور وقتی سکون کے جال میں اس طرح پھنس گیا ہے کہ نماز، اللہ کے ذکر اور حیاتِ آخرت کو بھول ہی گیا ہے۔وہ شراب اور جوئے کے کلبوں، لاٹریوں، انعامی سکیموں، جھوٹ پر مبنی فلموں، فرضی کہانیوں، نوادرات کی گیلریوں، فیشن پریڈوں اور انسانیت کش ایٹمی ہتھیاروں پر تو اربوں روپے بخوشی خرچ کر رہا ہے لیکن فاقوں سے تڑپتے اور علاج کیلئے سسکتے کروڑوں انسانوں کیلئے اس کے دل میں کوئی نرم گوشہ نہیں رہا۔اس وقت سائنس کی ترقی کے باوجود دنیا پر خوف کے سائے منڈلا رہے ہیں۔مغربی تہذیب نے وحیِ الٰہی سے روگردانی کر کے انسانی

زندگی کے روحانی پہلو کو نظر انداز کر کے فاش غلطی کی ہے۔اس نے اپنی ساری علمی صلاحیت جسمانی لذتوں اور مادی آسائشوں کے سنہرے جام کو چمکانے اور اسے رنگ و روغن سے آراستہ کرنے میں صرف کردی ہے جس کے اندر خوش رنگ اور خوش ذائقہ زہر بھرا ہوا ہے۔ مغرب ہی نے وطن پرستی کے بت تراش کر انسانیت کو متحارب گروہوں میں تقسیم کیا ہے اور ہر قوم اپنے افراد کے چہروں کی لالی اور خوشحالی کی خاطر دوسرے انسانوں کا خون بہانے سے بھی دریغ نہیں کرتی۔

اس نظام کو تہ و بالا کرنے اور شیطان کے داؤ فریب کو توڑنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی محبت اور اسکی مخلوق کی خدمت والے نظام حیات کو غالب کرنا ہوگا۔

ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوعِ انساں کو
اخوت کا بیاں ہو جا، محبت کی زباں ہو جا
(اقبال)

''میرے بندوں سے کہہ دو کہ لوگوں سے ایسی باتیں کہا کریں جو بہت پسندیدہ ہوں۔ شیطان بری باتوں سے ان میں فساد ڈلواتا ہے۔کچھ شک نہیں کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔تمہارا رب تم سے خوب واقف ہے۔اگر وہ چاہے تو تم پر رحم کرے یا اگر چاہے تو تمہیں عذاب دے۔اور ہم نے تم کو ان پر داروغہ بنا کر نہیں بھیجا''۔ (بنی اسرائیل۔52 تا 53)

یہ شیطان ہے جو تلخ کلمات اور اشتعال انگیز باتوں کے ذریعے افراد و اقوام کے درمیان جھگڑے کھڑے کرتا اور انہیں ہوا دیتا ہے۔اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کے بندے نرم الفاظ اور شستہ زبان میں گفتگو کیا کریں۔احترامِ انسانیت پر عمل پیرا رہیں اور کبھی دل آزاری کی باتیں نہ کیا کریں۔اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اعمال سے خوب واقف ہے اور وہ

جیساچاہے گاان سے معاملہ فرمائے گا۔
''میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور میں اِسکو اور اسکی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں''۔ (آل عمران۔36)

اس نظر نہ آنے والے مکار دشمن سے بچاؤ اللہ تعالیٰ کی پناہ کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اس لئے مومنین کو چاہیے کہ وہ بھی حضرت مریم کی والدہ ماجدہ کی طرح اپنے لئے اور اپنی اولاد کیلئے اللہ سے پناہ طلب کرتے رہا کریں۔ تا کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے انہیں راہِ راست پر قائم رکھے اور دنیا و آخرت میں سرخرو فرمائے۔ ایک ہی باپ کی اولاد بنی نوع انسان جسے اللہ تعالیٰ نے اپنا کنبہ فرمایا اور انبیاء کے تاجدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپس میں بھائی قرار دیا انہیں برسرِ پیکار کر دینا شیطان کی تعلیم کا کرشمہ ہے۔ یہ اس کی سعی کا نتیجہ ہے کہ ہر طاقتور گروہ نے پسماندہ اقوام کا استحصال کر کے ان کے خون پینے کے مکروہ فعل کو تجارت اور حکمت کا خوشنما نام دے رکھا ہے۔ جب تک یہ انسانیت کُش نظام اپنے انجام کو نہیں پہنچتا اللہ تعالیٰ کے رحمت بھرے دین کی برکات سے انسانیت مستفیض نہ ہو سکے گی۔ بقول اقبالؒ

از ضعیفاں ناں ربُودن حکمت است
از تن شاں جاں زبودن حکمت است
شیوہ تہذیب نو آدم دری است
پردہ آدم دری سوداگری است
تانہ و بالا نہ گردد ایں نظام
دانش و تہذیب و دین سودائے خام

(5)

ذِکرِ الٰہی کا قلعہ

1۔فضائل ذکر

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی محبت کے طلبگاروں کو ابلیس لعین کے حملوں سے بچنے کیلئے جو تعلیم دی ہے ہم اِسے اختصار کے ساتھ بیان کریں گے۔سب سے پہلے ایک بنیادی اصول یہ بتایا کہ'' شیطان کا زور ان لوگوں پر نہیں چلتا جو ایمان لائے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔اس کا زور ان پر چلتا ہے جو اس کے ساتھ دوستی لگاتے ہیں اور اللہ کے شریک مقرر کرتے ہیں''۔ (نحل ۔ 99 تا 100) اس سے معلوم ہوا کہ ایمان باللہ کے علاوہ **اِعتصام باللّٰہ** پر ثابت قدم رہنا ہوگا۔اس کے ساتھ سب سے کارگر نسخہ یہ بتایا گیا ہے کہ نماز اور ذکر کے ذریعے تعلّق باللہ کو مضبوط اور ہر دم تازہ رکھا جائے۔کثرت ذکر کے بارے میں حضور نبی کریم ﷺ کے چند ارشادات ملاحظہ فرمائیں:۔

☆'' شیطان ہر انسان کے دل پر ایک پرندے کی طرح اپنے پنجے گاڑے ہوئے بیٹھا ہے اور اس میں اپنی چونچ داخل کر کے وسوسے ڈالتا رہتا ہے۔جس وقت بندہ اللہ کے ذکر میں مشغول ہوتا ہے تو شیطان اس کے دل سے اپنی چونچ نکال لیتا ہے اور بے بس ہو جاتا ہے۔جب بندہ اللہ کا ذکر بند کر دیتا ہے تو وہ پھر چونچ داخل کر کے وسوسے ڈالنا شروع کر دیتا ہے''۔

☆''حضرت یحیٰی بن زکریا علیہما السلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پانچ باتوں کا حکم دیا ہے کہ ان پر خود بھی عمل کروں اور تم کو بھی عمل کرنے کا حکم دوں۔(اُن میں پانچویں بات یہ تھی)اور میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اللہ کو یاد کرو کیونکہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کے تعاقب میں اس کے دشمن تیزی سے نکل پڑے ہوں۔یہاں تک کہ وہ ایک مضبوط قلعے تک پہنچ گیا اور اس میں داخل ہو کر اس نے اپنی جان بچالی۔اسی طرح بندہ شیطان کی چالوں سے اپنی جان بغیر ذکرِ الٰہی کے نہیں بچا سکتا''۔

☆ ''دلوں کی صفائی اور صیقل اللہ کا ذکر ہے''۔
☆ ''ذکر کرنے والے اور نہ کرنے والے کی مثال ایسے ہے جیسے زندہ اور مُردہ''۔
☆ ''جو اللہ کا ذکر کرتا ہے اللہ اس کا ہم نشین ہوتا ہے''۔
☆ ''اپنے نفسوں کو **لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ** کے ذکر سے کمزور کیا کرو''۔
☆ ''**لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ** کے ذکر سے اپنے ایمان کو تازہ کرتے رہا کرو''۔

فضائل ذکر کے بارے میں احادیث کی کثیر تعداد موجود ہے لیکن وقت کی کمی کی وجہ سے ہم انہی پر اکتفا کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بار بار کثرت سے ذکر کرنے کا حکم دیا ہے اور بار بار تاکید فرمائی ہے کہ اُٹھتے بیٹھتے اور اپنی کروٹوں کے بل لیٹے ہوئے یعنی ہر وقت اللہ کا ذکر کیا کرو۔ قارئین کی یاددہانی کیلئے چند آیات مبارکہ لکھی جاتی ہیں۔

☆ **یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُو اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا**o (احزاب۔41)
''اے ایمان والو اللہ کا کثرت سے ذکر کیا کرو''۔

☆ **فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ وَاشْکُرُوْلِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنِ**o (بقرہ۔152)
''تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ میرا شکر کرو اور ناشکری نہ کرو''۔

☆ **فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوۃَ فَاذْکُرُوااللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِکُمْ**o (نساء۔103)
''جب نماز ادا کر چکو تو اللہ کا ذکر کیا کرو کھڑے اور بیٹھے اور پہلو کے بل لیٹے ہوئے''۔

☆ **اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَلَذِکْرُاللّٰہِ اَکْبَرُ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مَاتَصْنَعُوْنَ**o (عنکبوت۔45)
''جو کتاب تمہاری طرف وحی کی گئی ہے اس کو پڑھا کرو۔ اور نماز کے پابند رہو۔ کچھ شک نہیں کہ نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے۔ اور اللہ کا ذکر سب سے بڑی بات ہے۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے جانتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے مخلص بندوں کو شیطان کے اثرات سے محفوظ رکھنے کے لئے نماز اور ذکر کا مضبوط نظام قائم فرما دیا۔ اللہ نے تاکید فرمادی کہ اپنے دِلوں کے تار میرے ساتھ ملا کر رکھو گے تو پھر شیطان اس میں خلل ڈالنے کی جرات نہیں کر سکے گا تم چوبیس گھنٹے میرے ذکر میں رہو تو تمہارا دشمن بے بس اور مایوس ہو جائے گا۔

2۔ اللہ کو بھول جانے والے

اسی لئے تاکید فرمادی کہ میرے ذکر سے کبھی غافل نہ ہونا کہ اس طرح تم اس محفوظ قلعے سے باہر نکل جاؤ گے اور شیطانی لشکر تمہیں آسانی سے شکار کر لیں گے۔

☆''اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسا کر دیا کہ وہ خود اپنے تئیں بھول گئے۔ یہ بدکردار لوگ ہیں۔'' (حشر۔19)

☆''اے ایمان والو تمہارا مال اور اولاد تم کو اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دے۔ اور جو ایسا کریں گے تو وہ خسارہ اٹھانے والے ہونگے۔'' (منافقون۔9)

☆''جو اللہ کے ذکر سے آنکھیں بند کر لے ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں تو وہ اس کا ساتھی ہو جاتا ہے۔''

☆''اور جو میرے ذکر سے منہ پھیر لے گا تو اُس کے لئے تنگی کا جینا ہوگا اور قیامت کے روز ہم اس کو اندھا کر کے اٹھائیں گے۔'' (طٰہٰ۔124)

شیطان **فحشاء ومنکر** کی ترغیب دیتا ہے۔ اہل ایمان کو ان سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے نماز فرض کر دی اور فرمایا کہ یہ تمہیں **فحشاء ومنکر** سے بچالے گی۔

حضور علیہ السلام نے نماز کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ ''نماز دین کا ستون ہے جس نے اِسے قائم رکھا اس نے دین کو قائم رکھا اور جس نے اِسے گرا دیا اِس نے دین کو گرا دیا'' نماز کی اہمیت دیکھئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی:

''**رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ** اے اللہ مجھے اور میری اولاد کو نماز پر قائم رکھیو'' اور حضور رحمۃ اللعالمین نے یہ دُعا تلقین فرمائی: **اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ**

عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ ''اے اللہ تو میری مدد فرما کہ تیرے ذکر، تیرے شکر اور حسن عبادت پر قائم رہوں''

اللہ تعالیٰ کا ذکر ہی روح کی غذا ہے نہ کہ گلوکاروں کے گانے۔ اُن سے تو جسم ہی ناچتے ہیں لیکن اللہ کے ذکر سے قلب کو اطمینان اور روح کو کیف وسرور ملتا ہے اور بندہ عشق جب سر بسجود ہوتا ہے تو اس کے سوزوگداز سے زمین و آسماں وجد میں آجاتے ہیں۔ ذکر ہی سے دل کی بیٹری چارج ہوتی ہے۔ جس طرح موبائل فون کی بیٹری کمزور یا ڈیڈ (Dead) ہو جائے تو رابطے منقطع ہو جاتے ہیں پھر اسے چارجر کے تو سط سے مین لائن کے ساتھ تعلق جوڑ کر چارج کرتے رہتے ہیں اسی طرح قلب کی چارجنگ کلمہ طیبّہ کے مین سسٹم سے کی جاتی ہے جو کہ دلوں کو روشن کرنے والا ایک عظیم روحانی برقی نظام ہے جس کی وسعت کے اظہار کیلئے اُسے ایسے درخت سے تشبیہ دی گئی ہے جس کی جڑیں زمین میں اور شاخیں آسمان میں پھیلی ہوئی ہیں۔ قبلہ حضرت بانی سلسلہ رحمۃ اللہ علیہ کی بلاغت دیکھئے کہ آپ نفی اثبات یعنی **لَا اِلٰــہ اِلَّا اللّٰــہ** کے ذکر کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ یہ تو بیٹری چارجنگ ہے اصل ذکر تو پاس انفاس ہے۔ چوبیس گھنٹے کے بعد بیٹری چارج کرلو تو پھر آپ کا دل سارا دن اللہ اللہ کرتا رہے گا۔

3۔ حلقہ ءاحباب

اللہ تعالیٰ نے سورۃ اعلیٰ کے آخر میں فرمایا:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰیo وَذَکَرَ اسْمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰیo

''بے شک مراد کو پہنچ گیا جو پاک ہوا۔ اور اپنے رب کے نام کا ذکر کرتا رہا اور نماز پڑھتا رہا۔'' فلاحِ انسانیت کو یہاں جن تین چیزوں سے مشروط کیا گیا ہے وہ ہیں تزکیہ، ذکر اور نماز۔ یہاں تزکیہ کو نماز اور ذکر سے بھی مقدم رکھا گیا ہے کیونکہ جب تک دل کا کوڑا کرکٹ صاف نہ کیا جائے اس وقت تک وہ ذکر کے نور سے روشن نہیں ہوسکتا۔ دلوں کا تزکیہ کرنا حضورؐ کے منصب رسالت کے فرائض میں شامل ہے اور صحابہ کرامؓ کو جو روحانی

بلندی نصیب ہوئی وہ نُورِ رسالت کے فیضان کے سبب تھی ۔اس لئے اللہ تعالٰی کے قرب کو اپنی منزل قرار دینے والوں کے لئے جہاں کسی کامل شیخ سے نسبت لازمی ہے وہاں اللہ کے ذکر کی مجالس اور صحبتِ صالحین میں بیٹھنا بھی کسی نعمت سے کم نہیں ۔حضورؐ نے فرمایا کہ جب جنت کے باغوں سے گذرو تو خوب چرا کرو ۔جب پوچھا گیا کہ جنت کے باغ کون سے ہیں تو ارشاد ہوا کہ ذکر کے حلقے ۔ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جب بھی کوئی جماعت ذکر کے لئے بیٹھتی ہے تو فرشتے اُس کو گھیر لیتے ہیں اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور سکینت ان پر نازل ہوتی ہے ۔اور اللہ کا ذکر کرنے والوں کے جو پاس بیٹھتا ہے وہ بد بخت نہیں رہ سکتا۔ برادارنِ کرام ذکر کی محفلوں کو غنیمت جانتے ہوئے پورے اہتمام کے ساتھ ان میں شرکت کیا کریں ۔اس ضمن میں نہایت ہی عمدہ مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہے کہ آپ نے اللہ تعالٰی سے التجا کی کہ میرے بھائی ہارون کو نبوت کے کام میں میرا مددگار بنا دیں ۔اور اس کا مقصد یہ بیان فرمایا:

☆كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًاo وَّ نَذْكُرَكَ كَثِيْرًاo (طه ۔33 تا 34)

''تا کہ ہم دونوں تیری بہت سی تسبیح کریں اور تجھے کثرت سے یاد کریں ۔''

اس سے معلوم ہوا کہ اگر ایک بھی مومن ساتھی میسر آ جائے تو تسبیح و ذکر کے کام میں سہولت اور برکت شامل ہو جاتی ہے ۔اللہ والوں کی مجالس میں بیٹھو گے تو دلوں میں اللہ کی محبت پیدا ہوگی اور راضی برضا رہنے کا ذوق بیدار ہوگا۔حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ نیک لوگوں کی صحبت عطار کی دکان کی مانند ہے کہ وہاں سے تمہیں عطر عطا ہوگا۔اگر عطر نہ بھی ملا تو جتنی دیر وہاں بیٹھو گے خوشبو سے تو لطف اندوز ہو گے ۔اور بری صحبت لوہار کی بھٹی کی مانند ہے ۔ اوّل تو چنگاریوں کے اڑنے سے آپ کا کوئی کپڑا جلے گا۔ نہ بھی جلا تو جب تک وہاں بیٹھو گے گرمی اور دھوئیں ہی سے واسطہ پڑے گا ۔انسان کی شناخت اس کے حلقہ احباب ہی سے ہوتی ہے ۔کیونکہ کوئی بھی انسان اپنے ماحول اور سوسائٹی کے رنگ سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے نصیحت فرمائی ۔

☆اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ فَلْیَنْظُرْ مَنْ یُّخَالِلُ۔

''آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے اسلئے چاہیے کہ دوست دیکھ بھال کر بنائے۔''

جو دوستی دُنیوی اغراض و مقاصد کے لئے قائم ہوگی وہ بے بنیاد ثابت ہوگی۔جب یہ دنیا نہ رہے گی تو دوستی کیسے باقی رہ سکتی ہے۔بلکہ جو یہاں گہرے دوست تھے وہاں ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے اوراس باہمی تعلق پر نادم اور پریشان ہونگے لیکن جو دوستی محض اللہ کی خاطر ہوگی۔وہ قیامت میں بھی باقی رہے گی بلکہ اللہ تعالیٰ ایسے مخلص بندوں کو نور کے منبروں پر بٹھائے گا جن کی آپس میں نہ تو رشتہ داری تھی، نہ تجارتی لین دین تھا، نہ کسی کا کسی پر کوئی احسان تھا لیکن وہ اپنے پیارے اللہ کی خاطر آپس میں پیار کرتے اور میل ملاقات رکھتے تھے۔اس سلسلے میں قرآنی آیات ملاحظہ فرمائیں:

''اُس دن کوئی دوست کسی دوست کا پرسان حال نہ ہوگا''(معارج۔10)

''اُس دن ظالم اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کھائے گا کہ اے کاش میں نے پیغمبر کے ساتھ رشتہ اختیار کیا ہوتا۔اے شامت کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا۔اُس نے مجھ کو نصیحت کے میرے پاس آنے کے بعد بہکا دیا۔اور شیطان انسان کو وقت پر دغا دینے والا ہے۔''(فرقان۔27 تا 29)

''جو آپس میں دوست ہیں اس روز ایک دوسرے کے دشمن ہونگے مگر پرہیزگار لوگ کہ وہ باہم دوست ہی رہیں گے۔''(زخرف۔67)

اس لئے آپس میں اپنے پیر بھائیوں کی محبت کو قدر کی نگاہ سے دیکھا کریں۔بانی سلسلہ فرمایا کرتے تھے کہ یہی تمہارے حقیقی بھائی ہیں۔بلکہ ان سے حقیقی بھائیوں سے بھی زیادہ پیار کیا کرو۔

(6)

مقربین کا معیار

1۔ ذکر اور تزکیہ اخلاق

یہ بات بلا خوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ جو لوگ بھی تصوف کے سلسلوں میں بیعت ہوتے ہیں ان کا مقصود یہی ہوتا ہے کہ وہ بھی اللہ تعالٰی کے مقربین میں شامل ہو جائیں۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں تو خاص طور پر یہ بتایا جاتا ہے کہ ہمارا مقصود کیف و سرور، کشف القبور، تعویذ گنڈوں سے علاج، سلب امراض اور کشف و کرامات کا حصول ہرگز نہیں بلکہ ان سب سے کہیں آگے اللہ کی معرفت اور قُرب ولقاء ہے۔قربِ خداوندی کے اس سفر کی ابتداء تو بہ، شریعت کی پابندی اور کثرتِ ذکر سے ہوتی ہے لیکن انتہا یہ ہے کہ بندہ قلبی طور پر سب سے تعلق توڑ کر اللہ کا ہو کر رہ جائے۔قرآن کریم کی بلاغت کا کمال دیکھئے کہ راہِ فقر کی ابتدا اور انتہا دونوں کو ایک چھوٹی سی آیت میں سمو دیا ہے:

☆وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَ تَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۝ (مزمل۔8)

''اپنے رب کے نام کا ذکر کر۔اور سب کو چھوڑ کر اُسی کا ہو جا۔''

اور ان دونوں کے درمیان بہت محنت طلب کام تزکیہ اخلاق اور قطع ماسوی اللہ کا ہے۔ ذکر کی گرمی اور روحانی اثرات بدن کے ایک ایک رُوئیں اور خون کے ایک ایک ذرے میں سما جاتے ہیں۔جس طرح لوہا گرم ہو کر نرم ہو جاتا ہے تو پھر اسے جس صورت میں چاہیں ڈھال یا موڑ سکتے ہیں اسی طرح ذکر کی گرمی سے بھی نرمی پیدا ہوتی ہے جس سے نفس کی اصلاح آسان ہو جاتی ہے۔اس کے لئے طریقت توحیدیہ میں دو چیزیں چھوڑ دینے اور دو کو اختیار کرنے کا حکم ہے۔چھوڑنے والی چیزیں ہیں غصہ اور نفرت۔اور اختیار کرنے والی ہیں محبت اور صداقت۔ان کی تفصیل جاننے کے لئے تعمیر ملّت، چراغ راہ اور طریقت

توحیدیہ کا مطالعہ فرمائیں۔

یہ بات آپ سب کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ ذکر کا حسبِ دلخواہ فائدہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب قطع ماسوائے اللہ اور تسلیم و رضا کا شیوہ اختیار کیا جائے۔ قبلہ حضرت بانی سلسلہؒ کا فرمان ہے کہ "فکر اور فقر کا آپس میں بیر ہے اگر فکر کروگے تو فقیری نہیں ملے گی۔"

2۔ قطع ماسوائے اللہ

بزرگی کے اعلیٰ مراتب اور قربِ خداوندی حاصل کرنے کے لئے تزکیہ اخلاق کے علاوہ قطع ماسوائے اللہ میں کمال پیدا کرنا بہت ضروری ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سالک کا دلی تعلق اللہ تعالیٰ کے سوائے دُنیا کی کسی بھی چیز سے سُوت کے دھاگے کے برابر بھی قائم نہ رہے۔ لیکن حقوق العباد کما حقہ خوشدلی کے ساتھ ادا کرنے پڑتے ہیں۔ اس مقام پر کئی بھائی کمزوری دکھاتے اور مالی اور دیگر پریشانیوں کی وجہ سے ہمت ہار جاتے ہیں جس کی وجہ سے مطلوبہ ترقی نہیں کرسکتے۔ ان میں کئی ایک سینئر بھائی بھی ہیں جن کو قبلہ حضرت بانی سلسلہؒ سے براہ راست بیعت ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اس لئے ان سے بالخصوص اور دوسروں سے بالعموم یہ گذارش کرونگا کہ جب آپ نے اللہ کی توفیق سے اُس کی محبت کے میدان میں قدم رکھ ہی لیا ہے تو اب مردِ میدان بنیں۔ اور دُنیا کے تمام تفکرات و آلام کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرکے بے فکر ہوجائیں کہ جو کچھ اس کو کرنا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ اور وہ جو کچھ کرتا ہے اچھا ہی کرتا ہے اور اسی میں ہمارا فائدہ ہے۔ لہٰذا اپنی مرضی کو اس کی مرضی کے سپرد کردیں اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے خوش رہیں۔ آج تک جو کچھ ہوا اس کی مرضی سے ہوا۔ آگے بھی جو وہ چاہے گا وہی ہوگا تو پھر تمہارے فکر کرنے کا کیا فائدہ؟ یہ کام اگرچہ بہت مشکل اور دشوار ہے لیکن سچی طلب، بلند ہمت اور پیہم عمل سے سب کچھ ہوسکتا ہے۔ اہل عزم ہر دور میں اس پر عمل پیرا رہے ہیں اور آئندہ بھی سرخرو ہوتے رہیں گے۔ قطع

ماسوائے اللہ کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سالک میں تسلیم و رضا کا مادہ پیدا ہوجاتا ہے ۔یعنی جو کچھ بھی واقعات اُس کو پیش آتے ہیں خواہ اس کی مرضی کے مطابق ہوں یا مخالف وہ پہلے اُن پر صبر کرنا سیکھتا ہے اور بعد میں بدترین سے بدترین حالات میں بھی اس کو خوشی حاصل ہونے لگتی ہے ۔یہی تسلیم و رضا کی انتہا ہے۔اللہ تعالیٰ کے نظام میں بہت کچھ پہلے ہی طے کر لیا جاتا ہے اور یہ حقیقت مومنین کو بتا دی گئی تا کہ وہ دنیا میں باوقار اور صاحب کردار انسان بن کر جئیں۔

''آپ فرما دیجئے کہ ہمیں کوئی مصیبت پہنچ ہی نہیں سکتی مگر وہی جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ رکھی ہے۔''(توبہ۔ 51)

''نہ تو زمین پر کوئی حادثہ ہوتا ہے نہ ہی تم پر کوئی مصیبت آتی ہے مگر قبل اس کے کہ وہ واقع ہو ہم نے اسے کتاب میں لکھ رکھا ہے ۔یہ کام اللہ کو آسان ہے تا کہ جو مطلب تم سے فوت ہوجائے اس کا غم نہ کھایا کرو ۔اور جو اس نے تمہیں دیا ہے اس پر اترایا نہ کرو۔اور اللہ کسی اترانے والے اور شیخی بگھارنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔''(الحدید۔ 22 تا 23)

قبلہ حضرتؒ نے اپنے آخری خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ''ان آیات سے تم کو ذہنی اور قلبی تقویت ملنی چاہیے ۔تم کو سوچنا چاہیے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ مصیبت ہمارے نام پہلے ہی لکھ رکھی ہے تو اس پر گھبرانا ،رنج کرنا ،مایوس ہونا انتہائی ناشکری،کفرانِ نعمت بلکہ ایک قسم کی بغاوت ہے ۔اگر تم اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی مصیبتوں کو نعمت سمجھ لو تو تم کو دائمی مسرت جیسی نعمت حاصل ہوجائے جو کروڑوں اور اربوں روپے میں بھی حاصل نہیں ہوسکتی۔''

یہاں میں ایک امریکن عورت کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جس نے مصیبتوں کو حقیقتاً اللہ کی نعمتیں جانا ۔اس کا نام''ہیلن کیلر''تھا اور وہ نہ صرف گونگی بہری تھی بلکہ اندھی بھی تھی ۔اس

نے جسمانی لمس کو رابطے کا ذریعہ بنالیا اور علم حاصل کیا۔اس نے چار کتابیں لکھ کر دنیا بھر میں شہرت حاصل کی ۔وہ اپنی خودنوشت سوانح حیات میں ایک کمال کی بات لکھتی ہے کہ ''دیکھو میں بہت خوش ہوں کہ میرے خدا نے میرے اوپر بڑا کرم کیا ہے اگر یہ ساری چیزیں، یہ ساری نعمتیں یعنی اندھا ہونا ، بہرا ہونا ، گونگا ہونا مجھے نہ ملی ہوتیں تو میں دنیا کی ایک نامور عورت نہ ہوتی بلکہ ایک معمولی سی گھریلو عورت ہوتی ۔''

سبحان اللہ! اس کے بندوں کے سوچنے کے انداز بھی کیسے پیارے اور ایمان افروز ہیں ۔اب آپ حضرت عمر ابن خطابؓ کا ایسا ہی ایک بیان سماعت فرمائیں اور غور کریں کہ اللہ کے بندے قرآن کریم کی آیات بیّنات سے کس طرح روشنی اور راہنمائی حاصل کرتے ہیں۔آپ نے فرمایا کہ جب سے میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سنا کہ ''عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بھلی لگے اور وہ تمہارے لئے مضر ہو۔اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے اور تم نہیں جانتے''۔

(بقرۃ۔216)

تب سے میں اس فکر سے آزاد ہو گیا ہوں کہ میری صبح کس شے سے ہوتی ہے ۔اُس سے جو مجھے پسند ہے یا اس سے جو مجھے ناگوار ہے ۔کیونکہ مجھے معلوم نہیں کہ میرے لئے بھلائی کس میں ہے یہ صرف اللہ کو معلوم ہے ۔برادران کرام آپ سب کو بھی یہی اندازِ فکر اور طرزِ حیات اپنانا ہوگا۔آپ اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنا سیکھ جائیں گے تو وہ بھی آپ سے راضی ہو جائے گا۔اپنی خواہشات کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تابع کرنے ہی سے دائمی مسرت کا گوہر ہاتھ آ سکتا ہے ۔جب تک زندگی کی باگ ڈور صدقِ دل کے ساتھ اپنے مالکِ حقیقی کے سپرد نہ کی جائے تب تک غم و الم اور خوف و حزن سے رہائی ممکن نہیں ہے ۔

بانی سلسلہؒ کبھی کبھی ایک جملے میں ہی پورا نصاب بتا دیا کرتے تھے ۔کئی مرتبہ آپ سے سنا کہ ''فقیر بننا چاہتے ہو تو سنو۔فقیری یہی ہے کہ گالیاں سنو اور دعائیں دو۔'' یعنی اپنے

ساتھ پیش آنے والے تمام معاملات کو اپنے پیارے اللہ کی طرف سے جانو اور اس پر خوش رہو۔ فاعلِ حقیقی اللہ تعالیٰ کو جانتے ہوئے مخلوق کی طرف سے ہونے والی بدسلوکی کو بھی نظر انداز کردو۔ مکمل خودسپردگی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے قدموں میں گر جانا ہی وہ سجدہ ہے جو آپ کو ہزار سجدے سے نجات دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے ہی دل کے خلوت کدے کو جلوہ گر ہونے کے لئے پسند فرماتے ہیں جس میں کوئی دوسرا شریک نہ ہو۔ یہاں خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ کا قطع ماسوائے اللہ کی کیفیت کا حامل ایک شعر آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں جو میں نے بانی سلسلہؒ سے سنا تھا۔

ہر تمنا دل سے رخصت ہو گئی
اب تو آجا اب تو خلوت ہو گئی

3۔ متاعِ دنیا اور قناعت

بانی سلسلہ قبلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں چاہتا ہوں کہ سارے توحیدی اللہ کے مقربین کے زمرہ میں شامل ہوں جس کے لئے خاصانِ خدا کے اخلاقی معیار پر پورا اترنا لازمی ہے۔ اسی لئے قطع ماسوائے اللہ اور تسلیم و رضا کا مجاہدہ کرایا جاتا ہے تاکہ ہر سالک اپنی مرضی کو اللہ کی مرضی کے تابع کر کے خوف وحزن اور فکر و الم سے نجات پاسکے۔ اللہ تعالیٰ اپنی راہ پر چلنے والوں کو طرح طرح کی مصیبتوں کے ذریعے آزماتا ہے۔ جب تک ذکر اور مجاہدے کی برکت سے ایمان دلوں کے اندر راسخ نہ ہوجائے نفس شرارتوں سے باز نہیں آتا اور ہوس مال کی اندھا دھند دوڑ میں شریعت کی حدود توڑنے سے بھی دریغ نہیں کرتا۔ حالانکہ قرآن کریم میں یہ سب واضح کر دیا گیا ہے کہ رزق میں کمی بیشی حکمت کے تحت اللہ تعالیٰ کی مرضی سے کی جاتی ہے اور یہ بھی کہ متاعِ دنیا کی فراخی اللہ کے ہاں مقبولیت کی علامت نہیں ہے۔

''کہہ دیں کہ میرا رب جس کے لئے چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ اور تمہارا مال اور اولاد ایسی چیز نہیں کہ تم کو ہمارا مقرب بنا دیں۔ ہاں جو ایمان لایا اور نیک کام کرتا رہا ایسے ہی لوگوں کو ان کے اعمال کے سبب کئی گنا بدلا ملے گا اور وہ خاطر جمع سے بالا خانوں میں بیٹھے ہوں گے۔''

''اُس دن نہ مال ہی فائدہ دے سکے گا اور نہ بیٹے۔ ہاں جو شخص اللہ کے پاس قلب سلیم (یعنی شرک سے پاک دل) لے کر آیا وہ بچ جائے گا۔'' (شعراء۔ 87 تا 88)

اب یہ اللہ خالق و مالک کی مرضی ہے کہ وہ جس طرح چاہے اپنے بندے کا امتحان لے۔ انسان کو جو خلافت ارضی کا اعزاز عطا کیا گیا ہے اس کی درست تشریح یہی ہے کہ دُنیوی زندگی کے دوران ہر انسان کو کچھ عرصہ کے لئے اپنے امور چلانے کا اختیار دیا جائے گا۔ کچھ افراد اور امور اس کے تحت ہونگے جن پر اس کا بس چلتا ہوگا۔ یہ بادشاہی بہت بڑی ہو یا بہت چھوٹی لیکن اللہ نے جو کچھ اس کو دیا ہوگا اسی کے بارے میں اس سے پرسش ہوگی۔ حضورؐ کا بھی ارشاد ہے کہ

''**كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْئُولٌ** ''تم میں سے ہر ایک حکمران ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔ یہاں تک کہ ایک غلام جو بکریاں چرانے پر مامور ہے اس سے ان بکریوں کے بارے میں ہی پوچھا جائے گا۔ اس لئے انسان کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی مناصب اور رزق کی تقسیم پر اعتراض کرنے کی بجائے اس کے احکام کی بجا آوری اور اپنی رعایا کے بارے میں جوابدہی کی فکر کرے۔

خلافت کی اس مشترکہ ذمہ داری کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی ہدایت ملاحظہ ہو۔

☆**هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَا اٰتٰكُمْ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ**

وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌo(الانعام ۔165)

''اور وہی تو ہے جس نے تمہیں خلیفے بنایا زمین میں ۔اور ایک دوسرے پر درجے بلند کئے ۔تا کہ جو کچھ اس نے تمہیں بخشا ہے اس میں تمہاری آزمائش کرے ۔ بے شک تمہارا رب جلد عذاب دینے والا ہے اور بے شک وہ بخشنے والا مہربان بھی ہے''۔

اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کے تحت اپنے بندوں میں سے کسی کا رزق تنگ اور کسی کا کشادہ کر دیتے ہیں اور دونوں حالتوں سے مقصود آزمائش ہی ہوتی ہے ۔اگر کسی سالک کو عُسرت یعنی مالی تنگی سے واسطہ پڑ جائے تو بھی اِسے ہرگز مایوس نہیں ہونا چاہیے ۔ ہمارے ہادی و مُرشد قبلہ حضرت بانیِ سلسلہ نے فرمایا:

''عُسرت کا علاج قناعت ہے ۔قناعت کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ خدا نے تم کو دے رکھا ہے اس پر تمہارا دل خوش رہے ۔کبھی شکایت کا جذبہ پیدا نہ ہو بلکہ جذباتِ شکر و سپاس سے تم ہمیشہ مسرور رہو ۔ بظاہر یہ بات بالکل ناممکن نظر آتی ہے کہ غربت و نکبت میں بھی انسان ایسا ہی خوش رہے جیسے دولت و ثروت میں رہتا ہے ۔لیکن فکرِ صحیح اور مشاہدہ وسیع سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ یہ بات ناممکن تو کیا کچھ زیادہ دشوار بھی نہیں ہے ۔اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان آپ ابھی سن ہی چکے ہیں کہ اس نے کسی کو نپا تُلا رزق دیا ہے اور کسی کو بے حساب عطا فرمایا ہے ۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس کسی کے پاس جو کچھ ہے اللہ کی مرضی سے ہے ۔تو اے سالکانِ راہ خدا تم خدا کی مرضی پر خوش کیوں نہیں رہتے اور اس کی مرضی کو اپنی مرضی کے تابع کیوں کرنا چاہتے ہو''۔

برادرانِ کرام! جو باتیں آپ تک پہنچانے کی سعادت مجھے حاصل ہوئی وہ سب قرآنِ حکیم ،حضور نبی کریم ﷺ اور بانیِ سلسلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی تعلیم پر مشتمل تھیں ۔ یہ میرا فرض تھا جو میں نے اللہ رحیم و کریم کی توفیق سے ادا کیا ۔ دعا ہے کہ وہ مجھے اور آپکو عمل

کی ہمت دے۔آمین!

اب آخر میں اپنے ہادی ومرشد کے دوخطوط جو ہمارے موضوع کے متعلق ہی ہیں یہاں نقل کرنا چاہتاہوں ۔ یہ خطوط تھری سٹار پریس لاہور کے مالک محمد قاسم خاں کے نام 1965ء میں لکھے گئے تھے۔

1۔''یہ دنیوی الجھنیں کبھی ختم ہوکر آپ کو آگے قدم بڑھانے کا موقعہ بھی دیں گی یا ہمیشہ راہ کا پتھر بنی رہیں گی؟ اگر یہ ختم نہیں ہوتیں اور سچ تو یہ ہے کہ کبھی جیتے جی ختم نہیں ہوتیں تو پھر آپ ہی ان کو ختم کردیں یعنی ان کی پرواہ نہ کریں۔چارہ جوئی ضرور کریں مگر دل کو ان سے متاثر نہ ہونے دیں۔اگر یہ نہ کیا تو منزل مراد پر کبھی نہ پہنچ سکو گے۔میرا کام صرف بتا دینا ہے آگے آپ کی مرضی۔مستقبل کے لئے کوئی سکیم سوچو، کوئی تدبیر کرو مگر اس کے فکر میں غرق نہ ہو جاؤ، خوش رہا کرو اور اللہ اللہ کیا کرو۔یہی راستہ ہے اس پر چلو نہ چلو۔''

2۔''یہ بات یاد رکھیں کہ دنیا کی پریشانیاں تو مرتے دم تک پیچھا نہیں چھوڑتیں۔یہاں تک کہ ارب پتی سرمایہ دار اور مملکتوں کے بادشاہ اور صدر تک ان سے محفوظ نہیں رہتے۔فقیر لوگ جو خدا سے محبت کرکے راضی برضا ہو جاتے ہیں اور ان کی نفی کر دیتے ہیں وہ البتہ ہمیشہ خوش رہتے ہیں۔''

آیئے اب سب مل کر اپنے رحیم وکریم آقا کے حضور دعا کریں۔

یا اللہ! تمام حاضرین محفل اور سلسلہ توحیدیہ کے سب ارکان کو مزید دُنیوی اور روحانی ترقی سے نوازاور اپنے مقربین میں شامل فرما۔

اپنے عاجز بندوں کی ساری پریشانیاں دور فرما کر اطمینان قلب والی زندگی نصیب فرما۔

پاکستان کو کفار کی سازشوں سے محفوظ فرما۔خوشحالی اور خود کفالت سے نواز۔اور عالمِ اسلام کی قیادت عطا فرما۔

اپنے پیارے رسول ﷺ کی ساری اُمت کو وحدت اور قوت عطا کر اور اقوام عالم پر غلبہ نصیب فرما۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۔ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى رَسُوْلِ خَیْرِ خَلْقِهٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ۔ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔ اٰمِیْن یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَo

مرکز تعمیر ملّت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ
وحید کالونی ڈاکخانہ سکینڈری بورڈ
گوجرانوالہ

محمد صدیق ڈار توحیدی
خادم سلسلہ عالیہ توحیدیہ
فون: 055-3862835
055-3003304
موبائل: 0300-6493335

رَسُولُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابنِ عباسؓ کو فرمایا:۔

''اے لڑکے میں تجھے چند کلمات سکھاتا ہوں۔ یہ کہ اللہ کو یاد رکھو وہ تمہاری حفاظت کرے گا۔ اللہ کو یاد رکھو تم اسے اپنے سامنے پاؤ گے۔ جب تم مانگو تو اللہ سے مانگو۔ جب تم مدد طلب کرو تو اللہ ہی سے مدد طلب کرو۔ اور یہ یقین رکھو کہ اگر پوری دُنیا والے تمہیں نفع پہنچانے کیلیئے جمع ہو جائیں تو تمہیں اتنا ہی نفع پہنچا سکیں گے جتنا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے لکھ رکھا ہے۔ اور اگر ساری دنیا والے تمہیں نقصان دینے پر تُل جائیں تو اتنا ہی نقصان دے سکیں گے جتنا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے لکھ رکھا ہے۔ قلم اُٹھا لئے گئے اور صحیفے خشک ہو گئے ہیں''۔

(مسند احمد)

احکام ترے حق ہیں، مگر اپنے مفسّر
تاویل سے قرآں کو بنا سکتے ہیں پازند
فطرت نے مجھے بخشے ہیں جوہرِ ملکوتی
خاکی ہوں مگر خاک سے رکھتا نہیں پیوند
کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق
نے ابلۂ مسجد ہوں نہ تہذیب کا فرزند
ہوں آتشِ نمرود کے شعلوں میں بھی خاموش
میں بندۂ مومن ہوں نہیں دانۂ اسپند
ہر حال میں میرا دلِ بے قید ہے خرم
کیا چھینے گا غنچے سے کوئی ذوقِ شکر خند
چپ رہ نہ سکا حضرتِ یزداں میں بھی اقبال
کرتا کوئی اس بندۂ گستاخ کا منہ بند

(بالِ جبریل)